﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۱۶؍جنوری ۲۰۰۴ء — ۲۳؍ذوالقعدہ ۱۴۲۴ ہجری قمری ۱۶؍صلح ۱۳۸۳ ہجری شمسی | شمارہ ۳

صبر ایک نعمت

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جو شخص صبر کرنا چاہے گا اللہ اس کو صبر کی توفیق دے گا اور صبر سے بہتر اور کشادہ کسی کو کوئی نعمت نہیں دی گئی۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسجد)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

دنیا میں جس قدر انبیاء آئے ہیں کیا وہ دنیا کے سارے مکروفریب اور فلسفے سے پورے واقف ہو کر آتے ہیں جس سے وہ مخلوق پر غالب ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان میں ایک کشش ہوتی ہے جس سے لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

سچا تقویٰ اور استقامت بغیر اس صاحب کشش کی موجودگی کے پیدا ہو ہی نہیں سکتے اور نہ اس کے سوا قوم بنتی ہے۔

بعض احباب کی طرف سے یہ درخواست ہوئی کہ آریوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ یہ بہت بڑھے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ:۔

’’انہوں نے کیا ترقی کرنی ہے۔ وہ مذہب ترقی کرتا ہے جس میں کچھ روحانیت ہوتی ہے۔ نہ ان میں روحانیت ہے اور نہ وہ کشش مقناطیسی ہے جس سے ایک قوم ترقی کر سکتی ہے۔ وہ ایک خاص کشش ہوتی ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے اور تمام پاکیزہ دلوں کو وہ محسوس ہوتی ہے۔ اور جو اس سے متأثر ہوتے ہیں وہ ایک فوق العادت زندگی کا نمونہ دکھلاتے ہیں اور ہیروں کے ٹکڑوں کی طرح اس کشش کی چمک نظر آتی ہے۔ اور جس کو وہ کشش عطا ہوتی ہے وہ الٰہی طاقتوں کا سرچشمہ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی نادر اور مخفی قدرتیں جو عام طور پر ظاہر نہیں ہوتیں، ایسے شخص کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں اور اسی کشش سے ان کو کامیابی ہوتی ہے۔

دنیا میں جس قدر انبیاء آئے ہیں کیا وہ دنیا کے سارے مکروفریب اور فلسفے سے پورے واقف ہو کر آتے ہیں جس سے وہ مخلوق پر غالب ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان میں ایک کشش ہوتی ہے جس سے لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ اور جب دعا کی جاتی ہے وہ کشش کے ذریعہ سے زہریلے مادہ پر جو لوگوں کے اندر ہوتا ہے اثر کرتی ہے اور اس روحانی مریض کو تسلی اور تسکین بخشتی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ اور اصل مغز شریعت کا یہی ہے کہ وہ کشش طبیعت میں پیدا ہو جاوے۔

سچا تقویٰ اور استقامت بغیر اس صاحبِ کشش کی موجودگی کے پیدا نہیں ہو سکتے اور نہ اس کے سوا قوم بنتی ہے۔ یہی کشش ہے جو کہ دلوں میں قبولیت ڈالتی ہے۔ اس کے بغیر ایک غلام اور نوکر بھی اپنے آقا کی خاطر خواہ فرماں برداری نہیں کر سکتا اور اسی کے نہ ہونے کی وجہ سے نوکر اور غلام جن پر بڑے انعام واکرام کئے گئے ہوں آخر کار نمک حرام نکل آتے ہیں۔ بادشاہوں کی ایک تعداد کثیر ایسے غلاموں کے ہاتھوں سے ذبح ہوتی رہی، لیکن کیا کوئی ایسی نظیر انبیاء میں دکھلا سکتا ہے کہ کوئی نبی اپنے کسی غلام یا مرید سے قتل ہوا ہے؟ مال اور زر اور کوئی اور ذریعہ دل کو اس طرح سے قابو نہیں کر سکتا جس طرح سے یہ کشش قابو کرتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے پاس وہ کیا بات تھی کہ جس کے ہونے سے صحابہؓ نے اس قدر صدق دکھایا اور انہوں نے نہ صرف بت پرستی اور مخلوق پرستی ہی سے منہ موڑا بلکہ درحقیقت ان کے اندر سے دنیا کی طلب ہی مسلوب ہو گئی اور وہ خدا کو دیکھنے لگ گئے۔ وہ نہایت سرگرمی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہر ایک ان میں سے ابراہیم تھا۔ انہوں نے کامل اخلاص سے خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے وہ کام کئے جس کی نظیر بعد اس کے کبھی پیدا نہیں ہوئی اور خوشی سے دین کی راہ میں ذبح ہونا قبول کیا بلکہ بعض صحابہؓ نے جو یک لخت شہادت نہ پائی تو ان کو خیال گزرا کہ شاید ہمارے صدق میں کچھ کسر ہے جیسے کہ اس آیت میں اشارہ ہے ﴿مِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَ مِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ﴾۔ (الاحزاب: ۲۴) یعنی بعض تو شہید ہو چکے تھے اور بعض منتظر تھے کہ کب شہادت نصیب ہو۔ اب دیکھنا چاہئے کہ کیا ان لوگوں کو دوسروں کی طرح حوائج نہ تھے اور اولاد کی محبت اور دوسرے تعلقات نہ تھے؟ مگر اس کشش نے ان کو ایسا مستانہ بنا دیا تھا کہ دین کو ہر ایک شئے پر مقدم کیا ہوا تھا۔

﴿اَلاَّ یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ (الشعراء: ۴) کی تفسیر میں ایک نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خیال پیدا ہوا ہوگا کہ مجھ میں شاید وہ کامل کشش نہیں ہے ورنہ ابوجہل راہ راست پر آجاتا۔ پھر وہ خود ہی اس کا جواب دیتا ہے کہ آپ میں کشش تو کامل تھی لیکن بعض فطرتیں ہی ایسی ہو جاتی ہیں کہ وہ اس قابل نہیں رہتیں کہ نور کو قبول کریں اس لئے ایسے لوگوں کا محروم رہنا ہی اچھا ہوتا ہے۔

دنیا اور مافیہا پر دین کو مقدم کر لینا بغیر کشش الٰہی کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں میں یہ کشش نہیں ہوتی وہ ذرا ابتلا سے تبدیل مذہب کر لیتے ہیں اور حکومت کے دباؤ سے فوراً ہاں میں ہاں ملانے لگ جاتے ہیں۔ مسیلمہ کذّاب کے ساتھ ایک لاکھ تک ہو گئے تھے مگر چونکہ اس میں وہ کشش نہ تھی اس لئے آخر کار سب کے سب فنا ہو گئے۔ غرضیکہ کسی کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل یہی ہے کہ اس کو کشش دی جاوے، اور یہی بڑا معجزہ ہے جو کہ لکھوکھہا انسانوں کو اس کا گرویدہ اور جاں نثار بنا دیتی ہے۔ کسی ایک کو اپنا گرویدہ کرنا محال ہوتا ہے کوئی کر کے دیکھے تو حال معلوم ہو۔ سینکڑوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں مگر آخر کار دلشکنی ہی ہوتی ہے چہ جائیکہ ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا جاوے۔ یہ بغیر اس کشش کے حاصل نہیں ہوتا جو خدا سے عطا ہو۔ بادشاہوں کے رعب اور دھمکیاں اور ایک دنیا بھر کا اس کے مقابلہ پر آجانا یہ سب اس کشش کے گرویدوں کو تذبذب میں نہیں پڑنے دیتیں‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ ۴۲۸۔۴۲۹)

بدظنّی سے تجسّس اور تجسّس سے غِیبت کی عادت پیدا ہوتی ہے

چغلی کی عادت سے اجتناب کے لئے ذیلی تنظیموں کو ٹھوس لائحہ عمل تجویز کرنا چاہئے

(بدظنی، تجسس او رغیبت کی عادات چھوڑنے کے بارہ میں پُرمعارف خطبہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۶؍دسمبر ۲۰۰۳ء)

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد بیت الفتوح، مورڈن، (مسجد بیت الفتوح، مورڈن۔لندن) :

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

احمدیت کا نور

قرآنی ہدایات اور آنحضرت ﷺ کی پیش خبریوں کے مطابق اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی آواز پر سعید روحوں نے لبیک کہتے ہوئے ایک ہاتھ پر جمع ہونا شروع کیا۔ احیاء دین اور قیام شریعت کی بابرکت داغ بیل ڈالی گئی تو قدیم طریق کے مطابق مخالفانہ قوتیں بھی جوش اور غیظ وغضب میں بھر گئیں اور سچائی کی مخالفت کا ہر طریق اختیار کیا گیا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے تاہم ہمارے خوش قسمت بزرگوں نے امام مہدی علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچایا مگر یہ کوئی آسان کام نہیں تھا انہیں سرد مہری کے یخ بستہ پہاڑوں پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑا کیونکہ ان کے ہر قدم پر روک کھڑی کردی گئی تھی۔ انہیں احمدیت کی خاطر اپنے ملکوں سے نکلنا پڑا، برادری سے خارج ہوئے، بیویوں کو خاوندوں سے اور خاوندوں کو بیویوں سے الگ ہونا پڑا۔ اولاد کی جدائی اور والدین سے علیحدگی کے صدمے برداشت کرنے پڑے، ملازمتوں سے الگ کیا گیا۔ مقابلے کے امتحانوں اور ترقی کے مواقع سے محروم ہونا پڑا۔ سکولوں میں بچوں کو تضحیک و مذاق اور گالی گلوچ ہی نہیں مار پیٹ و ذلت کا سلوک برداشت کرنا پڑا۔ وراثت اور جائیدادوں سے محرومی کا دکھ برداشت کرنا پڑا۔ قربانیوں کی یہ ایک لمبی فہرست ہے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ نے فدائیت کا جو نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں دکھایا تھا وہ ایک بارآور بیج ثابت ہوا اور خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی کرنے والوں نے احمدیت کے چراغ کی لو کو کم نہیں ہونے دیا اور اس میں برابر اپنے خون کا تیل ڈالتے چلے گئے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ احمدیت کے نور سے جس کی خاطر ہم ایک سو سال سے زیادہ مسلسل قربانی دے رہے ہیں ہم نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔

احمدیت ایک نیک اور پاک تبدیلی و انقلاب کا نام ہے۔ اس کی برکت سے ہماری زندگی میں ایسی تبدیلی پیدا ہونی ضروری ہے کہ جسے ہم خود بھی محسوس کریں اور ہمارے مخالف بھی محسوس کریں اس سلسلہ میں بھی ہماری روایات بہت شاندار ہیں۔ ایسے متعدد واقعات اور مثالیں ریکارڈ پر موجود ہیں کہ مخالفوں نے اس بات کی گواہی دی کہ احمدی ہم سے بہتر مسلمان ہیں۔ احمدی قرآن فہمی میں ہم سے اچھے ہیں۔ احمدی سچے ہوتے ہیں اور ان کی گواہی پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ احمدی دیانتدار اور محنتی ہوتے ہیں اور کسی کام کو ان کے سپرد کردیا جائے تو اس میں برکت اور کامیابی یقینی ہوتی ہے۔ غرضیکہ ہمارے بزرگوں نے اپنے کردار اور نمونے سے ہمارے لئے قابل فخر روایات چھوڑی ہیں۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں　　　آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

احمدیت کے نور سے منور ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سچائی کے مقابلہ میں کسی وقتی نقصان اور ملامت وغیرہ کی پرواہ نہ کریں۔ دنیا غفلت میں پڑی ہو تو ہم بیداری و بیدار مغزی سے اپنے وقت سے پوری طرح فائدہ اٹھا رہے ہوں۔ ہمارے کسی کام میں سستی اور کاہلی رکاوٹ نہ بن سکے۔ ہماری خوش خلقی مثالی ہو اور ہمارے ساتھ ملنے والوں، تعلق رکھنے والوں، کاروبار کرنے والوں کو ہماری دیانت، امانت اور محنت کا پورا یقین ہو۔ ہماری کسی بات یا کام میں لالچ، خود غرضی، حرص اور طمع کی بدبو نہ آتی ہو۔ ہمارے ہر معاملہ میں خدمت۔ ایثار اور وسعت حوصلہ کی کرنیں پھوٹ رہی ہوں۔ اور سو باتوں کی ایک بات یہ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں کیونکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الفاظ میں:۔

”سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں۔“

اس نیک و پاک تبدیلی سے ہم ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہوں گے، ہم خوشی و خوشحالی سے بہرہ مند ہوں گے۔ ہم تبلیغ کا ایسا مؤثر ذریعہ بن جائیں گے جس کے آگے کوئی پابندی، کوئی روک اور کوئی کالا قانون نہیں ٹھہر سکے گا۔ جس کا اثر و نفوذ سورج و چاند کے اثر و روشنی کی طرح مفید عام بھی ہوگا اور یقینی بھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مقبول دعا سے ہم بہرہ مند ہوں۔

میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو　　　سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو
ظلمت رنج و غم و الم سے محفوظ رہو　　　مہر انوار درخشندہ رہے شام نہ ہو

(عبدالباسط شاہد)

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ　　　(مینیجر)

غزل

وہ ارتقاء سے گزرتا ہوا نظر آیا
خدا زمیں پہ اترتا ہوا نظر آیا

جو خامشی میں بلا کا کلام کرتا ہے
وہ خامشی سے ابھرتا ہوا نظر آیا

عقیدتوں کے عجب دائروں میں جا نکلا
ترا طواف جو کرتا ہوا نظر آیا

محبتوں کا جو دریا اترنے والا تھا
تم آئے ہو تو بپھرتا ہوا نظر آیا

تو شاہِ وقت کے درباں کا حال یہ بھی ہوا
کہ اپنے آپ سے ڈرتا ہوا نظر آیا

جو فاصلہ کہ کبھی آپ ہم میں حائل تھا
وہ وقت بن کے گزرتا ہوا نظر آیا

جو مشرقوں کو نہیں راس آ سکا سورج
وہ مغربوں سے ابھرتا ہوا نظر آیا

یہ قربتوں کا اثر روح و تن پہ ایسا ہوا
مرا کلام نکھرتا ہوا نظر آیا

(آصف محمود باسط)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

لندن میں ارشاد فرمایا۔ حضور انور ایدہ اللہ نے بدظنی، تجسس اور غیبت کی عادت سے اجتناب کرنے کے بارہ میں احباب کو نصائح کیں اور اس مضمون کی تشریح میں آیت قرآنی، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بیان فرمائے۔

حضور انور نے خطبہ کے آغاز میں سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۳ کی تلاوت کی اور اس کے ترجمہ کے بعد فرمایا کہ ہمارے معاشرے میں بعض برائیاں ایسی ہیں جو بظاہر چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن معاشرے پر ان کے اثرات بہت بُرے پڑتے ہیں۔ اور وہ برائیاں معاشرے میں فساد برپا کردیتی ہیں۔ انہی برائیوں میں بدظنی، تجسس اور غیبت کی عادت ہے۔ غیبت کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ کوئی ظالم شخص بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ مردہ بھائی کا گوشت کھائے بلکہ اس کے تصور ہی سے کراہت آتی ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل حساس طبیعتوں کے مالک لوگ بھی مجلسوں میں بیٹھ کر چغلیاں اور غیبتیں کر رہے ہوتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ سوءظن سے تجسس کی عادت پیدا ہوتی ہے اور پھر تجسس غیبت پر مائل کرتا ہے کیونکہ جس کے بارہ میں سوءظن ہو جائے انسان پھر اس کے عیب تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے۔ گویا اپنی بدظنی کو پورا کرنے کے لئے تجسس کرتا ہے اور پھر غیبت کرتا ہے۔ اس عادت میں خاص طور پر نوجوانوں اور بچوں کو اطفال اور خدام کی سطح پر اس برائی سے بچانا ہے۔ عورتوں میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے۔ خاص طور پر دیہاتی عورتوں اور فارغ رہنے والی خواتین میں یہ برائی زیادہ ہے۔ ذیلی تنظیموں خاص طور پر لجنہ کو مؤثر لائحہ عمل اس برائی کے خاتمہ کے لئے تجویز کرنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص طعن و تشنیع کرتا اور دوسروں کے عیب تلاش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کرکے اسے رسوا کرتا ہے۔ ایسا شخص جنت میں نہیں جائے گا۔ حاسد اور چغل خور کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ بدظنی سے بچو کیونکہ یہ سخت جھوٹ ہے۔ عیب کی ٹوہ میں نہ رہو۔ لوگوں کو اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ چغلی کرنا اور سننا دونوں منع ہیں۔

حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات بھی پیش فرمائے جن میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ کسی کا عیب دیکھ کر اس کے لئے دعا کرے۔ کمزور کی غیبت کی بجائے اصلاح احوال کی کوشش کریں۔ کسی کو کمزور پاویں تو خفیہ نصیحت کریں یا دعا کریں۔ عجلت میں کسی کو ترک نہ کریں۔ اسے نصیحت کریں اور چالیس دن تک رو رو کر دعا کریں۔ دعا میں بہت تاثیر ہے۔ تہمت لگانے والا میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

آخر پر حضور نے فرمایا کہ آج سے قادیان کا جلسہ شروع ہو رہا ہے اس کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔

تاریخ اسلام - ایک نظر میں

مفتوح قوم کے مذہب نے فاتح قوم کو کس طرح فتح کر لیا

(تحریر: مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب
اردو ترجمہ: محمد زکریا ورک۔ کینیڈا)

مکرم پروفیسر عبدالسلام صاحب (نوبل لاریئٹ ۱۹۲۶ء۔۱۹۹۶ء) نے درج ذیل مضمون ۱۹۴۷ء میں مسجد فضل لندن میں منعقد ہونے والے ہفتہ وار اجلاس میں پڑھا تھا۔ اس وقت آپ کیمبرج یونیورسٹی میں ریاضی کے مضمون میں تین سالہ ٹرائی پوز کا کورس کر رہے تھے۔ یہ مضمون پہلی بار مسلم ہیرالڈ لندن میں ۱۹۸۳ء میں شائع ہؤا تھا)۔

میں آج کے مضمون میں مذہب اسلام کی سیاسی تاریخ بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ نیز یہ بتاؤں گا کہ کس طرح یہ عظیم الشان مذہب جس کا پرچار آنحضور ﷺ نے کیا تھا وہ عرب کے ملک کی جغرافیائی حدود سے نکل کر دنیا کے دور دور کونوں تک پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ میں موجودہ مسلم ممالک کی سیاسی تاریخ کا خاکہ بھی پیش کروں گا۔ یہ مقالہ اگرچہ مختصر ہوگا مگر اس سے اندازہ ہوگا کہ ایک زمانہ میں اسلام کتنی عظیم پرشوکت طاقت تھا۔ اور انشاء اللہ العزیز احمدیت کے فیضان سے یہ دوبارہ شان وشوکت حاصل کرے گا۔

تاریخ اسلام کو آسانی کے ساتھ پانچ ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) پہلے دور کو عرب دور کا نام دیا جا سکتا ہے یہ عرصہ پہلے چار خلفاء راشدین، دمشق کے امیہ خلفاء اور بغداد کے عباسی خلفاء پر مشتمل ہے۔ یہ عرصہ ۶۳۲ء سے شروع ہوکر ۹۵۰ء پر ختم ہوتا ہے یعنی تقریباً تین سو سال کا عرصہ۔ اس دور میں اسلام کی مرکزیت قائم و دائم رہی کیونکہ اس وقت خلیفہ نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی لیڈر بھی ہوتا تھا۔ اس کے بعد سو سالہ دور شروع ہؤا جب اسلام مختلف ریاستوں میں بٹ گیا اور خلیفہ وقت کی سیاسی طاقت قریب قریب معدوم ہوگئی اور یوں لگتا تھا کہ اسلام کی سیاسی طاقت ہمیشہ کے لئے نابود ہوجائے گی۔

(۲) ۱۰۵۰ء کے قریب ایک نئی قوم ابھر کر دنیا کی بساط پر آئی جس کا نام سلجوق تھا۔ انہوں نے مذہب اسلام کو سینے سے لگایا اور مرکزیت دوبارہ قائم ہوگئی۔ خلیفہ بغداد اب تمام مسلمانوں کا مذہبی لیڈر تھا جبکہ سیاسی طاقت ایسے علماء کے ہاتھوں میں تھی جو ترکی نژاد تھے۔

(۳) تیسرا دور (تیرھویں صدی) میں شروع ہوتا ہے جب منگولوں نے اسلامی ممالک پر حملے کئے، بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور خلافت کی شمع ماند پڑگئی۔ مگر قسمت کا کھیل دیکھئے کہ پچاس برس بعد منگول خود مسلمان ہوگئے۔ یہ عرصہ بشمول تیمور لنگ کے عرصہ کے ۱۵۰۰ء تک پھیلا ہؤا ہے۔

(۴) ۱۵۰۰ء کے بعد ہم چوتھے دور میں داخل ہوتے ہیں جب صفوی خاندان ایران میں، عثمانی خاندان ترکی میں اور مغل خاندان ہندوستان میں حکومت کر رہا تھا۔

(۵) بالآخر پانچواں دور جو ۱۷۰۰ء سے شروع ہوکر ہمیں موجودہ زمانے تک لے آتا ہے جب یوروپی اقوام نے تاریخ اسلام میں بہت ہی گھٹیا اور گھناؤنا کردار ادا کرنا شروع کیا۔

اگر علم تاریخ سے ہمیں کوئی سبق حاصل ہوتا ہے تو پھر میں صرف ایک سبق تاریخ اسلام سے حاصل کر سکا ہوں اور وہ یہ کہ **مذہب اسلام نے اس وقت سب سے زیادہ فتوحات حاصل کیں جب اس کے تمام دنیوی ہتھیار اور طاقت سب سے زیادہ کمزور تھی۔**

(۱) عرب دور

فخر موجودات ﷺ کی ۶۳۲ء میں وفات کے موقعہ پر جزیرہ عرب عملی طور پر مذہب اسلام قبول کر چکا تھا۔ آپ کے بعد منتخب شدہ خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں عرب کا ملک مستحکم ہوگیا۔ مگر مذہب اسلام نے اس ملک سے باہر فتوحات آپؐ کے دوسرے جانشین حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حاصل کیں۔ بازنطینی حکومت مغرب میں اور ایرانی حکومت مشرق میں دونوں عرب کے ملک کو اپنے زیر تسلط تصور کرتی تھیں۔ چنانچہ اسلام کے ابھرتے ہوئے اثر کو انہوں نے بغاوت تصور کرتے ہوئے جلدی سے عرب پر چڑھائی کرنے کا سوچا تا عربوں کو نشانہ تازیانہ بنایا جا سکے۔ بعض لڑائیوں میں مٹھی بھر مسلمانوں نے اپنے سے دس گنا زیادہ دشمن کا میدان جنگ میں سامنا کیا مگر مذہب کے جنون کی آگ کے آگے ہر چیز سر تسلیم خم کرگئی۔ ۶۳۵ء میں دمشق نے گھٹنے ٹیک دئے۔ یرموک نے ۶۳۶ء میں اور اس کے ساتھ ہی شام فتح ہوگیا۔ ایرانی افواج کو ۶۳۷ء میں قادسیہ کے مقام پر شکست فاش ہوئی اور مصر کا ملک ۶۴۰ء میں فتح ہوگیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت بہت ہی تاریخ ساز دور تھا۔ نہ صرف جنگی فتوحات کی بنا پر بلکہ اس لئے بھی کہ تاریخ عالم میں سب سے پہلے اس اصول کو تسلیم کیا گیا کہ حکومت ریاست کے اندر رہنے والے تمام شہریوں کی خوشحالی کی بلاتفریق ذمہ دار ہے۔ آپؓ نے جس بے مثال عزم سے اپنی خلافت کا آغاز کیا وہ یہ ہے:

''خدا کی قسم تم میں سے جو سب سے زیادہ کمزور ہے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ طاقتور ہے کیونکہ میں اس کے حقوق بحال کروں گا اور ایسا شخص جو طاقتور ہے میں اس کو کمزور جان کر ملوں گا تاوقتیکہ وہ تمام قوانین کی پابندی نہ کرے''۔

حضرت عمر فاروقؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کا دور خلافت شروع ہؤا۔ اور ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا۔ حضرت علیؓ کے بعد خلیفہ کے انتخاب کا طریق ختم ہوگیا۔ معاویہؓ جو حضرت علیؓ کے بعد خلافت کی کرسی پر ۶۶۱ء میں متمکن ہوئے انہوں نے خلافت کو موروثی بنا دیا اور یوں اموی خلافت کا دور شروع ہؤا۔

حضرت معاویہؓ کے فرزند یزید کے دور حکومت میں ۶۸۰ء میں کربلا (عراق) کی مشہور جنگ ہوئی۔ حضرت علیؓ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایسے خلیفہ کی اطاعت سے انکار کر دیا جس کا انتخاب شوریٰ کے ذریعہ نہ ہؤا ہو۔ چنانچہ آپ کو کربلا کے میدان میں شہید کر دیا گیا۔

اموی خلافت کے جملہ خلفاء کے ادوار میں سے خلیفہ ولید بن عبد الملک کا دور سب سے زیادہ پرشوکت تھا۔ آپ کے دور خلافت میں مٹھی بھر مسلمان طارق بن زیاد کی قیادت میں سپین میں داخل ہوئے اور چند ہی سالوں میں انہوں نے ناقابل تسخیر طاقت سے تمام ملک کو زیرنگیں کرلیا اور اگلے پانچ سو سال تک سپین کا اکثر حصہ اسلامی ملک کے طور پر قائم رہا۔

اس عرصہ میں محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور سندھ اور ملتان کو فتح کر لیا۔ اموی خلفاء کی سیاسی طاقت ۷۵۰ء میں ختم ہوگئی اور عباسی دور حکومت شروع ہؤا جو اگرچہ سنی مسلمان تھے مگر انہوں نے خراسانی شیعوں کی مدد سے سیاسی غلبہ حاصل کرلیا۔ انہوں نے اپنی حکومت کا دارالخلافہ دمشق سے بغداد منتقل کر دیا۔ عباسی خلافت کے ادوار میں سے بلاشبہ خلیفہ ہارون الرشید کا دور حکومت آب وتاب والا تھا وہ مشہور زمانہ الف لیلیٰ ولیلیٰ کہانیوں کا ہیرو بھی تھا۔ اس کے صاحبزادے مامون الرشید کے دور حکومت میں اسلامی ممالک کی خوشحالی عروج پر تھی جو اس سے پہلے (تاریخ عالم میں) کبھی ممکن نہ ہو سکی تھی۔

ہارون الرشید کی وفات کے ایک سو سال بعد عباسی خلفاء کی طاقت میں انحطاط آنا شروع ہوگیا۔ خراسان کے علاقہ میں سامانید حکومت قائم ہوگئی، فارس میں بوویدحکومت، مصر میں فاطمی حکومت اور عرب میں کار میتھین۔ فاطمی حکومت کے علاوہ ان تمام حکومتوں نے بغداد کے خلیفہ کو برائے نام تسلیم کیا مگر اسلامی امت اس قدر خلفشار کا شکار ہوچکی تھی کہ لگتا تھا کہ سیاسی طور پر تباہی اب اس کا مقدر بن چکی ہے۔

(۲) سلجوق حکمرانوں کا دور

تاریخ کے اس دور میں جب اسلامی سلطنت کی سیاسی طاقت عدم ہوچکی تھی ایک نئی قوم نے اسلام قبول کرلیا۔ یعنی ترکی کی سلجوق قوم مسلمان ہوگئی۔ انہوں نے مسلمان فاتحین کی ایک ایسی نسل کو جنم دیا جن کی وجہ سے صلیبی اقوام کو شکست کا سامنا کرنا پڑا جو اسلامی ممالک کو فتح کرنے کے عزم سے آئے تھے۔ سب سے پہلا سلجوق حکمران طغرل بیگ تھا جس کی وفات ۱۰۶۳ء میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ کے روشن دماغ بیٹے الپ ارسلان نے عنان اقتدار سنبھالا۔ یہ دور حکومت بے مثال خوشحالی، آسودگی اور مطلق العنانی کا تھا۔ اس دور میں سب سے عظیم مسلمان حکمران نے جنم لیا یعنی نظام الملک۔ عباسی خلفاء ابھی تک بغداد پر حکمران تھے مگر انہوں نے تمام دنیوی اقتدار سلجوق سلطانوں کو سونپ دیا تھا۔ سلجوق سلطنت افغانستان سے شروع ہوکر عرب کے جزیرہ نما تک پھیلی ہوئی تھی۔ مصر اور سپین کے علاوہ تمام مسلم امہ ایک جھنڈے تلے متحد تھی۔ اس دور کے بعد پھر یہ امت کبھی بھی یوں متحد نہ ہو سکی۔

الپ ارسلان کے بعد اس کے بیٹے ملک شاہ نے عنان اقتدار سنبھالا۔ اس کا دور حکومت ریاضی اور دوسرے سائینسی علوم میں اور ہیجنل ریسرچ کیلئے عروج پر تھا۔ ۱۰۷۴ء میں ایک رصد گاہ تعمیر کی گئی جہاں شہرہ آفاق سائنسدان عمر خیام ریسرچ کا کام کرتا تھا۔ جلالی کیلنڈر اس دور میں وضع کیا گیا جو ماڈرن سکالرز کی نظر میں گریگورین کیلینڈر سے کئی گنا زیادہ ٹھیک ہے۔ بغداد شہر میں نظامیہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس یونیورسٹی کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں مشہور زمانہ عالم امام الغزالیؒ تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

بارھویں صدی کے آخر پر سلجوق طاقت زوال پذیر ہوگئی۔ مگر زوال کے دور میں بھی اس میں اتنا دم تھا کہ صلیبیوں کو شکست دے سکے۔ والٹر سکاٹ کے ناولوں کا ہیرو صلاح الدین ایوبی ۱۱۷۵ء کے قریب ہو گزرا۔ عجیب بات ہے کہ صلیبیوں کے بارہ میں عیسائی ممالک میں رجحان اور طرح کا تھا بہ نسبت اسلامی ممالک کے۔ مغربی ممالک میں صلیبی جنگوں کو مذہبی رنگ دیا گیا اور یوروپ کی تمام مسلح فوجی طاقت ان کے پیچھے نبرد آزما تھی مگر اسلامی ممالک میں ان کو مقامی غارت گری سمجھا گیا جن سے علاقائی صوبوں کے گورنر اچھے طریق سے نمٹ سکتے تھے۔

۱۱۷۱ء میں حطین کی فیصلہ کن جنگ کے بعد جب سلطان صلاح الدین نے کئی ایک یوروپی جنگی قیدی بغداد کے خلیفہ کو مال غنیمت کے طور پر بھیجے ان میں برونز آئرن کی بنی ہوئی لکڑی میں کھدی ایک صلیب بھی شامل تھی جس کو پورے احترام کے ساتھ بغداد کے قریب زیرزمین کر دیا گیا۔ سلجوق حکومت کے آخری دور میں اسماعیلی فرقہ (جن کو انگلش میں assassins کا نام دیا جاتا ہے) نے مسلم ممالک میں طاقت حاصل کر لی۔ اگرچہ ان کی سیاسی طاقت صرف چند قلعوں تک محدود تھی مگر ان کی اصل طاقت مسلمان لیڈروں کو قتل کرنیکی وجہ سے بہت زیادہ تھی۔

تیرھویں صدی کے شروع ہونے تک سلجوق سلطنت زوال ہوچکی تھی۔ کوئی اور سلسلہ سلاطین شاید ان کی جگہ لے لیتا مگر ۱۲۲۰ء کے قریب تاریخ عالم میں ایک زبردست واقعہ رونما ہؤا۔

(۳) منگول قوم کا دور

چنگیز خان کی قیادت میں سینٹرل ایشیا کے بادیہ گرد منگول قبائل نے یوروپ اور ایشیا میں تہذیب یافتہ دنیا کو زیرنگوں کرلیا۔ مٹی کے تودے کی مانند ان اقوام نے ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے۔ ۱۲۶۰ء کے لگ بھگ یوں لگتا تھا کہ اسلام کی سیاسی طاقت ہمیشہ کیلئے ناپید ہوگئی ہے۔ بغداد کو ملیا میٹ کر دیا گیا تھا

اسلامی ممالک میں خلافت کالعدم ہو چکی تھی۔ پارس، عراق اور سینٹرل ایشیا کے ممالک تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ مگر ایک بار پھر ایک معجزہ رونما ہؤا۔ مفتوح قوم کے مذہب نے فاتح قوم کو فتح کرلیا۔

منگول قوم کیسے ابھر کر دنیا پر یوں چھا گئی؟ اس کا تجزیہ ابھی تک کوئی نہیں کر سکا۔ ان کی تباہ کن بربادی، ان کی ہیبت زدہ خونخواری، ان کی شدید سفاکی، ان کا ناقابل مزاحمت وقتی تشدد، منگول قوم کی یہ کہانی فطرت کی لائی ہوئی بربادی محسوس ہوتی ہے نہ کہ انسانی تاریخ کا کوئی عجیب وغریب واقعہ۔ انہوں نے ۱۲۲۰ء کے لگ بھگ اسلامی اور یوروپی ممالک پر حملہ کیا۔ یوروپ میں انہوں نے ماسکو، روسٹو Rostov، کی ایو Kiev اور کراکو Cracow کے شہروں کو تہس نہس کر دیا۔ دوسری بار انہوں نے ہلا کو خاں کی قیادت میں ۱۲۵۸ء میں اسلامی خلافت اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ محض تباہ و برباد کرنے اور ہلاک کرنے کی غرض سے آتے تھے۔ ایک ایک کر کے تمام اسلامی ممالک نے ان کے شدید حملوں کی وجہ سے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ اگر انہوں نے ہتھیار ڈالنے والے کسی شہر کے مکینوں کو تہ تیغ نہ کیا تو اس کا واحد مقصد ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا یا ان کو ان کے ہم وطنوں کے خلاف سپر آزما کرنا تھا۔ درجنوں آفت زدہ قیدی ہراول دستوں کے ساتھ بھیج دئے جاتے جو فاتحین کے خیمے گاڑتے، یا فصیلوں کے اندر شگافوں یا پانی بھری خندقوں اور مورچوں کو ان کی لاشوں سے بھر دیا جاتا، پھر بھی اگر کوئی موت کے منہ سے بچ جاتا تو ان کو تہ تیغ کر دیا جاتا تا تازہ فتوحات سے آنے والے قیدیوں کے لئے جگہ بن سکے۔

منگولوں کی اس سفاکی کا مقصد قوموں میں خوف و ہراس پیدا کرنا ہوتا تھا جبکہ وہ اپنے پیچھے راکھ میں جلتے کھنڈر اور منہدم مکانات چھوڑ جاتے۔ ان کی اس تباہی کی داستان مندرجہ ذیل حوالہ سے لگائی جاسکتی ہے جو ابن الاثیر نے ۱۲۳۰ء کے قریب زیب قرطاس کیا تھا:۔

’میرے سننے میں آیا ہے کہ ایک منگول نے کسی شخص کو قیدی بنالیا مگر اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا جس سے وہ اس کو ہلاک کرسکتا۔ اس نے قیدی سے کہا: اپنا سر زمین پر رکھ دو اور حرکت مت کرنا۔ چنانچہ قیدی نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ تاتاری گیا اور اپنی تلوار لے کر واپس لوٹا اور قیدی کو راہی ملک عدم کر دیا‘۔

یہ لوگ کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتے تھے مگر اسلامی تہذیب کی تباہی و بربادی نے روم کے پاپائے اعظم کی نظر میں ان کو اتنا پسندیدہ بنا دیا تھا کہ تقدس مآب نے اس بات میں مسرت محسوس کی کہ وہ اگتائی خان Ogtai Khan اور دوسروں کو تہنیتی خطوط اپنے دستخطوں کے ساتھ بھجوائے۔ پوپ کو ان کی نمک حرامی کا اس وقت احساس ہؤا جب انہوں نے عیسائی ممالک کو اتنی ہی غیر جانبداری سے پیوند خاک کرنا شروع کر دیا۔

بغداد کی تباہی بہ حیثیت اسلام کے دارالخلافہ کے مکمل تھی۔ خلیفہ کے قتل نے اسلامی ممالک کی بظاہر یکجہتی کو سخت ٹھیس پہنچائی۔ بغداد کی بربادی میں ایک ہفتہ لگا۔ اس دوران اَسّی ہزار بے گناہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ شہروں کو اتنا نقصان پہنچا کہ اس کے بعد وہ پہلے جتنی ترقی کبھی نہ کر سکے اور ان کی بربادی کی داستان نہ صرف ناقابل بیان بلکہ وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ نہ صرف یہ کہ ہزاروں بیش قیمت کتب نذر آتش کردی گئیں بلکہ سکالرشپ کی روایت اور استعداد علمی کو بھی ختم کر دیا گیا۔ اس کے باوجود وہ مذہب اسلام کو فنا نہ کر سکے بلکہ خود اس کا نشانہ بن گئے۔ ۱۲۷۵ء میں منگول حکمرانوں نے اسلام قبول کرلیا اس کے بعد یہی منگول اسلام کے سب سے بڑے حامی و مددگار بن گئے۔

اگلے دوسو سالوں کی سیاسی تاریخ فی الحقیقت ۱۳۵۰ء تک ایران میں مسلمان منگول شہزادوں کی داستان ہے۔ جب کہ اس دوران عثمانی ترک ترکی میں حکومت پر براجمان تھے اور مصر سلطان صلاح الدین کی نسل کے زیر نگیں تھا۔ ۱۳۵۰ء کے بعد سینٹرل ایشیا میں ایک اور فاتح افق عالم پر نمودار ہؤا جس کا نام تیمور لنگ تھا۔ اگر چہ وہ مسلمان تھا مگر اس کا ارادہ دنیا کو فتح کرنے اور دنیا پر فرمانروائی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس نے ایران، بھارت، افغانستان، اور روس کے کچھ حصوں کو روند ڈالا اور چین کے کچھ حصوں کو جس طرح چنگیز خاں نے اس سے پہلے کیا تھا۔ اس کی سب سے زیادہ قابل ذکر فتح ترکی کے سلطان بایزید اول پر تھی جو ۱۴۰۲ء میں وقوع پذیر ہوئی۔ اس واقعہ سے عثمانی ترکوں کی یلغار کچھ عرصہ کیلئے رک گئی۔ مگر اس کا سیاسی اثر سریع الزوال تھا۔ تیمور لنگ کے جانشینوں نے سینٹرل ایشیا پر اور ایران پر ایک سو سال سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی۔ اس کے بعد ان کی جگہ صفوی خاندان نے لے لی۔

یہاں یہ بات بے جا نہ ہوگی کہ ہم ایک لمحہ کیلئے وقفہ کریں اور اس تاریک دور میں اسلام کی مذہبی سوچ پر طائرانہ نظر ڈالیں۔ اس دور میں بعض بہت بڑے صوفیائے کرام ہو گزرے۔ ان میں سب سے پہلے (قونیہ، ترکی کے رہنے والے) شاہ شمس تبریزؒ تھے آپ کے شاگرد رشید مولانا جلال الدین رومیؒ (وفات ۱۲۷۳ء) نے ۱۲۶۰ء کے لگ بھگ (چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل) مثنوی روم زیب قرطاس کی۔ تیرھویں صدی میں صوفی ازم بام عروج پر تھا۔ قرون وسطیٰ کے اسلام میں صوفی تحریک کا سب سے عظیم نام محی الدین ابن العربی تھا۔ وہ سپین کے باشندے تھے انہوں نے دمشق کو اپنا وطن مالوف بنالیا اور وہیں ۱۲۴۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ادبی میدان میں فارسی کے شعراء شیخ سعدیؔ اور حافظؔ اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۴) صفوی اور عثمانی ترکوں کا دور

اب ہم تاریخ اسلام کے چوتھے دور سے آغاز کرتے ہیں جو ۱۵۰۰ء کے لگ بھگ شروع ہوتا ہے جب شاہ اسماعیل صفوی نے زمام اقتدار سنبھالا اور شیعہ سلسلہ سلاطین ایران میں شروع ہؤا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایران میں شیعہ خاندان شاہی کے لوگ اقتدار میں آئے اس چیز کا مستقبل کی تاریخ اسلام پر بہت گہرا اثر پڑا۔

اس وقت اسلامی دنیا دو حریفانہ گروہوں میں تقسیم تھی ایک طرف تو شیعہ ایران، افغانستان اور عراق تھے تو دوسری طرف سلطنت عثمانیہ تھی جس میں عراق کا کچھ حصہ، عرب، شام، مصر اور الجیریا کے ممالک شامل تھے۔ سپین اس وقت مسلمان ہاتھوں سے جا چکا تھا۔ بھارت میں تیمور لنگ کی نسل حکومت کر رہی تھی یعنی خاندان مغلیہ۔

۱۵۰۰ء سے لیکر ۱۷۰۰ء تک ہمیں درج ذیل مطلق العنان حکومتیں دنیا پر چھائی نظر آتی ہیں:

ہندوستان میں مغل بادشاہ یعنی اکبر اعظم، جہانگیر، شاہ جہاں (۱۶۶۶ء) اور اورنگ زیب۔ صفوی بادشاہ ایران میں جیسے شاہ عباس۔ جبکہ سلطان محمد ثانی (فاتح استنبول، وفات ۱۴۸۱ء)، سلطان سلیم اول، اور سلیمان اعظم ترکی میں بادشاہ تھے۔ ہندوستان مغلوں کے دور حکومت میں ایک زبردست سیاسی طاقت تھا جبکہ ایران کیلئے یہ خوشحالی کا سنہری دور تھا۔ ترکی میں ترک قوم اس وقت سب سے بڑی سلطنت پر قابض تھی۔

ترکی کے سلطان سلیم اول مصر، شام، اور حجاز کو فتح کر کے خلیفۃ المسلمین بن گئے۔ سلطان سلیمان اعظم جس نے ۶۶ سال تک (1510-66) تک حکومت کی۔ اس نے بلغراد کے شہر اور پولینڈ کے کچھ حصوں کو اپنے زیر نگیں کرلیا۔ وی آنا کے شہر کو ترکوں نے گھیر لیا جبکہ اس وقت ترکی کے پاس دنیا کا سب سے بڑا بحری جہازوں کا بیڑا تھا۔ ترکش ایمپائر اس وقت جرمنی کے بارڈر سے شروع ہوکر ایران کے بارڈر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اگر چہ اس دور میں اسلام میں مرکزیت تو ختم ہو چکی تھی مگر سیاسی طور پر اسلام اس وقت اپنے اوج کمال پر تھا۔ اس زمانہ کے ایک ہم عصر یوروپین تاریخ دان نے رقم کیا تھا کہ ماسوا ترکوں کی جنگ ایران کے ساتھ، اس وقت دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ترک قوم کو یوروپ میں ہم لوگوں کو تہس نہس کرنے سے روک سکے۔

(۵) ۱۷۰۰ء کے بعد کا دور

ترک قوم نے یوروپ پر ایک سو سال یعنی ۱۸۰۰ء تک آہنی گرفت سے حکمرانی کی۔ مگر ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا تھا اور اگلے دوسو سالوں میں ان کی جگہ برطانوی قوم نے لے لی۔ ادھر ایران صفوی خاندان کے ہاتھوں سے جاتا رہا اور ۱۷۲۷ء میں افغانوں نے پارس کو فتح کرلیا۔ افغان لوگ سنی العقیدہ تھے اور شیعہ ایرانیوں سے ان کو سخت نفرت و عداوت تھی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ سلطان محمود غزنوی (۱۰۰۰ء) کے بعد افغانوں نے خود مختار سیاسی طاقت کی حیثیت سے اپنا اثر ورسوخ دکھایا۔ مگر جلد ہی نادر شاہ نے ان کو ایران سے مار بھگایا۔ وہ خود معمولی عاجز خاندان سے تعلق رکھتا تھا مگر اس نے کسی طریق سے اقتدار حاصل کرلیا اور ایران پر حکومت کی۔ اس کی فتوحات کا دور اتنا ہی خیرہ کن تھا جتنا تیمور لنگ یا نپولین کا تھا۔

تاریخ پارس کو ختم کرتے ہوئے یہ بتا تا چلوں کہ نادر شاہ کے خاندان کے ہاتھوں سے اقتدار جاتا رہا اور قاجر خاندان نے ان کی جگہہ لے لی۔ انہوں نے ایران پر ۱۹۰۶ء تک حکومت کی جب وہاں انقلاب برپا ہؤا اور ایرانی عوام کو ان کا اپنا آئین دیا گیا۔ رضا شاہ پہلوی نے ۱۹۲۵ء میں اقتدار حاصل کرلیا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں رضا شاہ نے اپنا تاج اپنے فرزند کو ۱۹۴۷ء میں سونپ دیا جو کہ موجودہ شاہ ہے۔ (یہ ۱۹۴۷ء کی بات ہے۔ مترجم)

جہاں تک ترکی کی تاریخ کا تعلق ہے اس میں ایک اہم حصہ روس کا بہ حیثیت سیاسی طاقت کے بساط عالم پر ابھرنا ہے۔ ترکی کی جنگیں روس کے ساتھ ۱۷۰۰ء کے قریب شروع ہوئیں۔ شروع شروع میں تو فتح نے ترک قوم کے قدم چومے، ۱۷۱۰ء میں Peter The Great کی فوج کو مکمل طور پر تہس نہس کر دیا گیا مگر ۱۷۷۰ء کے قریب ترک فوج کی قسمت خراب ہونا شروع ہوگئی۔ کریمیا نے ترکی سے ۱۷۸۸ء میں سے آزادی حاصل کر لی۔ فرانس جو کہ عموماً ترکی کا حلیف ہوتا تھا جب نپولین نے مصر پر ۱۷۹۸ء میں قبضہ کرلیا تو اس نے تعلقات منقطع کر لئے۔ مصر محمد علی کے زیر اقتدار ترکی سے الگ ہوگیا اور نیم مختار ہوگیا۔ اس کے بعد برطانیہ نے مصری تاریخ میں کیا رول ادا کیا اس سے آپ بخوبی واقف ہیں مجھے اس کی تفصیل بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

قریب قریب اسی دور میں فرانس نے الجیریا کا ملک ترکوں سے چھین لیا۔ یونانیوں نے یوروپین اقوام کی مدد سے ۱۸۲۰ء کے لگ بھگ آزادی حاصل کر لی۔ ترکی کی خلافت رفتہ رفتہ اپنی طاقت کھو رہی تھی جب نوجوان ترکوں نے ۱۹۱۰ء میں خلیفہ سے حکومت چھین لی۔ ترکی نے ۱۹۱۴ء کے جنگ عظیم میں جرمنوں کا ساتھ دیا اور اس کے تمام یوروپین اور ایشین مقبوضہ علاقے چھین لئے گئے۔ اس جنگ کے بعد عرب ممالک نے بھی ترکی سے آزادی حاصل کرلی۔

۱۹۴۷ء کے حالات

یہ مضمون ختم کرنے سے پہلے میں تمام مسلمان ممالک کی تاریخ کا خلاصہ ان کے قومی نقطہ نظر کے مطابق پیش کرنا چاہوں گا اور ہم انتہائی مشرق سے شروع کرتے ہیں۔

پاکستان: مسلمان سندھ اور ملتان کے علاقہ میں آٹھویں صدی میں آئے۔ مگر مسلمانوں کی حکمرانی برصغیر ہند میں پورے زور کے ساتھ بارہویں صدی میں شروع ہوئی۔ چارسو سال تک ہندوستان پر مختلف افغان شاہی خاندان حکومت کرتے رہے۔ ان کے بعد ۱۵۲۶ء میں مغلوں نے حکومت شروع کی۔ مغلیہ اقتدار دوسو سال بعد برطانوی قوم کو منتقل ہوگیا جنہوں نے ہندوستان کو ۱۹۴۷ء میں خیر باد کہا اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔

افغانستان: یہ ملک امیہ اور عباسی سلطنتوں کا حصہ تھا۔ اس نے ۱۰۰۰ء کے لگ بھگ علیحدہ ملک کی حیثیت اختیار کی جب غزنوی (جس کا دارالخلافہ غزنی میں تھا) شاہی خاندان یہاں برسراقتدار تھا۔ اس کے بعد اس کا حال وہی ہوا جو فارس کا ہوا۔ یہ صرف ایک صوبہ تھا کبھی تو مسلمان ہندوستانی ایمپائر کا حصہ بنا اور کبھی ایرانی ایمپائر کا۔

۱۷۲۵ء میں تاہم افغانستان آزاد ہوگیا۔

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

جمعہ عید کا دن ہے اس کا ادا کرنا ہم پر دین نے واجب کیا ہے

جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھیں اور خدا کے حضور دعائیں کریں

جمعہ کی اہمیت، فرضیت ، آداب اور جمعة الوداع کی حقیقت پر ایما ن افروز بیان

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز–فرمودہ ۲۱ /نومبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۲۱ /نبوت ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ ۔ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾۔(سورة الجمعة آیات ۱۰۔۱۱)

آج اس رمضان کا آخری جمعہ ہے جس کو جمعة الوداع کہنے کی ایک اصطلاح چل پڑی ہے ۔غیروں میں تو خیر دین میں نے اتنا بگاڑ پیدا کرلیا ہے کہ وہ تو اس کو جو بھی چاہے نام دیں، اور جو بھی چاہیں عمل کریں، جس طرح جی چاہے عمل کریں اور اس کی تشریح بیان کریں، یہ ان کا معاملہ ہے۔ بلکہ وہ تو اس خیال کے بھی ہیں کہ جمعة الوداع کے دن چار رکعت نماز پڑھ لو تو قضائے عمری ادا ہوگئی۔ یعنی جتنی چھٹی ہوئی نمازیں ہیں وہ ادا ہوگئیں، تین چار رکعتوں کے بدلے میں۔ اور اب نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جو نمازیں نہیں پڑھی گئی تھیں پوری ہوگئیں۔ پھر یہ سوچ کہ جمعة الوداع آئے گا تو چار رکعت نماز پڑھ لیں گے ، پھر چھٹی ہوگی ایک سال کی۔ تو یہ کون تردد کرے کہ پانچ وقت کی نمازیں جا کے مسجد میں پڑھی جائیں۔ ان کی ایسی حرکتوں پر تو اتنی حیرت نہیں ہوتی کہ انہوں نے تو یہ کرنا ہی ہے۔ کیونکہ مسیح محمدیؐ کا انکار کرنے والوں سے اس سے زیادہ توقع کی بھی نہیں جاسکتی لیکن حیرت اس بات پر ضرور ہوتی ہے کہ جنہوں نے اس زمانہ کے امام کو مانا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی بیعت میں داخل ہونے کا دعویٰ کر دیا اور پھر وہ اپنے دین کی حفاظت نہ کریں۔ عام حالات میں اتنی پابندی سے جمعہ پر نہیں آتے جس اہتمام سے بعض لوگ، اور یہ بعض لوگ بھی کافی تعداد ہو جاتی ہے، جس پابندی سے رمضان کے اس آخری جمعہ پر آیا جاتا ہے۔ حالانکہ حکم تو یہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے لئے بھی مسجد میں آؤ۔ تو ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی بیعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم بھی دنیاوی دھندوں میں اتنے محو ہو جائیں کہ نمازیں تو ایک طرف، جمعہ کی ادائیگی بھی باقاعدگی سے نہ کرسکیں۔ اور اس بات کا اندازہ کہ ہم میں سے بعض احمدی بھی لاشعوری طور پر جمعة الوداع کی اہمیت کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ مسجدوں کی حاضری سے لگایا جا سکتا ہے۔ اگر آج کے دن ہم میں سے وہ جو عموماً جمعہ کا ناغہ کر جاتے ہیں، اتنی اہمیت نہیں دیتے جمعہ کو، اس لئے جمعہ پر آئے ہیں کہ رمضان نے ان میں تبدیلی پیدا کر دی ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری اور اس کی عبادت کا ان میں شوق پیدا ہو گیا ہے اور انہوں نے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم اپنے جمعوں کی حفاظت کریں گے اور باقاعدگی سے جمعہ کے لئے حاضر ہوا کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن کے ایک حصّہ میں نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا کی جا چکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

یہ ہے وہ ترجمہ ان آیات کا جن کی مَیں نے تلاوت کی۔ اگر تو یہ صورت حال ہے تو ایسے لوگ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے کہ آئندہ بھی وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات کو گلے لگانے، ان پر عمل کرنے والے اور اسی جوش وخروش سے ان تمام احکامات میں حصہ لینے والے ہوں اور ہم سب اس حدیث پر عمل کرنے والے بھی بنیں۔

حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ”کبائر سے بچنے والے کے لئے پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور ایک رمضان سے اگلے رمضان تک کفارہ ہوتا ہے“۔(صحیح مسلم کتاب الطہارة)

اللہ تعالیٰ اس حدیث کے مطابق ہمیں توفیق دینے کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ اور اس رمضان میں ہمارے اندر جو پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں اس پر اللہ کا فضل مانگتے ہوئے ہمیں بھی کام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ ہمیں اس پر قائم رکھے اور ہماری مساجد اس بات کی گواہی دیں کہ احمدیوں نے پانچ وقت کی نمازوں کے لئے مساجد میں آنے کی طرف جو توجہ دی تھی اور جس طرح مساجد آباد کی تھیں وہ رمضان گزرنے کے ساتھ ہی خالی نظر نہیں آ رہیں بلکہ اب بھی اسی طرح بارونق اور آباد ہیں جس طرح رمضان میں ان کی رونق تھی۔ پھر رمضان کے بعد آنے والا ہر جمعہ اس بات کی گواہی دے کہ امام الزمان کو مان کر ہم نے اپنے اندر جو پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور اس رمضان میں ہم نے اسے مزید نکھارا ہے اب اس نکھار کا اظہار ہر جمعہ پر نظر آ رہا ہے۔ یہ لوگ وہ نہیں ہیں جو صرف جمعة الوداع پر قضاء عمری کے لئے مسجدوں میں نظر آتے ہیں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کا تقویٰ ترقی پذیر ہے، جن کا ہر قدم پہلے سے آگے بڑھنے والا ہے۔ اب یہ اس بے فکری میں نہیں ہوتے کہ چلو رمضان ختم ہوا، اب اگلا رمضان جب آئے گا تو دیکھ لیں گے پھر جمعة الوداع پڑھ لیں گے۔ بلکہ ایسے لوگ جنہوں نے تبدیلی پیدا کی ہے، اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ، جو حدیث میں نے ابھی پڑھی تھی، کہ اس جمعہ کے بعد دوسرا جمعہ بھی ادا کرنا ہے، وہ بھی ضروری ہے۔ ہاں رمضان کا ہمیں انتظار رہے گا لیکن اس لئے نہیں کہ قضائے عمری ادا کرنے کا موقع مل جائے گا بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے اس میں کھول دئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیا جاتا ہے۔ اللہ کے قرب پانے کا مزید موقع میسر آئے گا۔ اس لئے ہم آئندہ رمضان کا انتظار کرتے ہیں۔

قضائے عمری کی بات چلی ہے۔ اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کا ایک ارشاد بھی ہے وہ مَیں پڑھ کے سناتا ہوں۔ ”ایک سوال ہوا کہ جمعة الوداع کے دن لوگ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور اس کا نام قضاء عمری رکھتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ گزشتہ نمازیں جو ادا نہیں کیں، اُن کی تلافی ہو جاوے، اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا: ”یہ ایک فضول امر ہے مگر ایک دفعہ ایک شخص بے وقت نماز پڑھ رہا تھا، کسی شخص نے حضرت علیؓ کو کہا کہ آپ خلیفۂ وقت ہیں، اسے منع کیوں نہیں کرتے؟۔ فرمایا کہ مَیں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس آیت کے نیچے ملزم نہ بنایا جاؤں ﴿اَرَئَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى﴾ ۔ہاں اگر کسی شخص نے عمداً نماز اس لئے ترک کی ہے کہ قضائے عمری کے دن پڑھ لوں گا تو اُس نے ناجائز کیا ہے اور اگر ندامت کے طور پر تدارک مافات کرتا ہے تو پڑھنے دو کیوں منع کرتے ہو آخر دعا ہی کرتا ہے۔ ہاں اس میں پست ہمتی ضرور ہے۔ پھر دیکھو منع کرنے سے کہیں تم بھی اس آیت کے نیچے نہ آجاؤ“۔

(الحکم۔ ۲۴ /اپریل، ۱۹۰۳ء۔ فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۲۵)

آپؑ نے فرمایا کہ:۔

’’جو شخص عمداً سال بھر اس لئے نماز کو ترک کرتا ہے کہ قضائے عمری والے دن ادا کرلوں گا تو وہ گنہگار ہے اور جو شخص نادم ہو کر توبہ کرتا ہے اور اس نیت سے پڑھتا ہے کہ آئندہ نماز ترک نہ کروں گا تو اس کے لئے حرج نہیں۔ ہم تو اس معاملہ میں حضرت علیؓ ہی کا جواب دیتے ہیں۔‘‘

(البدر جلد ۲ نمبر ۱۵ مورخہ یکم مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۴)

تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح کی نماز پڑھنے والے کی نیت کا تو پتہ نہیں کہ کس نیت سے پڑھ رہا ہے۔ اگر تو اس کی نیت یہی ہے کہ اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے اور توبہ استغفار کرتے ہوئے اس لئے پڑھ رہا ہے کہ آئندہ نمازیں بھی نہیں چھوڑوں گا اور پوری توجہ سے پڑھوں گا اور جمعہ بھی نہیں چھوڑوں گا تو پڑھنے دو اس کو، کوئی حرج نہیں۔ اور اگر اس کی نیت قضائے عمری کی ہے کہ اس دفعہ پڑھ لی پھر آئندہ دیکھیں گے تو یہ بہر حال غلط ہے، وہ گنہگار ہے۔

جمعہ کی فرضیت کے بارہ میں احادیث پیش کرتا ہوں جن میں جمعہ کی فرضیت کے بارے میں تو آیا ہوا ہے کہ جمعہ کتنا ضروری ہے لیکن یہ تو نہیں لکھا گیا کہ جمعۃ الوداع کتنا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’دنوں میں بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن ہبوط آدم ہوا۔ اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں مسلمان بندہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتا ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الجمعۃ باب فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعۃ)

تو دیکھیں جمعہ کی کس قدر برکات ہیں۔ ایک تو اس کو بہترین دن قرار دیا گیا ہے۔ اب کون نہیں چاہتا کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک جو بہترین دن ہے اس سے فائدہ نہ اٹھائے، اس کی برکات نہ سمیٹے۔ یہاں سے تو کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ صرف جمعۃ الوداع بہترین دن ہے۔ اس دن کو پا کر ہمیں اور زیادہ عبادت کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ کی خشیت اختیار کرنی چاہئے کیونکہ آدم کو نیچے بھیج کر یہ بتا دیا کہ اب تم لوگوں کا کام عبادت کرنا اور شیطانی حملوں سے بچنا ہے۔ تم میں سے جو لوگ میری خشیت اختیار کریں گے، میری عبادت کرنے والے ہوں گے، وہ عبادالرحمٰن کہلائیں گے۔ اور جو لوگ میری تعلیم سے اُلٹ چلنے والے ہوں گے وہ عبادالشیطان ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تو کہہ دیا کہ جو شیطان کے پیچھے چلنے والے ہیں ان کو پھر میں دوزخ سے بھروں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی مخلوق کے لئے ہر وقت جوش میں رہتی ہے۔ یہ کہنے کے باوجود ہمیں ہر وقت ہماری بخشش کے طریقے سکھاتا رہتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جو میرے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اور خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانے والے ہو تمہارے لئے خوشخبری ہو کہ تمہارے لئے میں نے ایک ایسا دن اور اس دن میں ایک ایسی گھڑی مقرر کر دی ہے اس میں تم جو بھی مجھ سے طلب کرو گے میں عطا کروں گا۔ تو احمدیوں کے لئے تو اور بھی زیادہ خوشی کا مقام ہے کہ انہوں نے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق زمانے کے امام کو پہچانا، ان کو تو خاص طور پر اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ اور دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی ہمیشہ کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر آن تقویٰ میں بڑھاتا چلا جائے اور قبولیت دعا کا ذریعہ جو پہلے بھی خطبہ میں بیان ہو چکا ہے اب آنحضرت ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں۔ یہی واسطہ اختیار کریں تو دعا کی قبولیت ہوگی۔ اس لئے عام دنوں سے زیادہ جمعہ کے روز آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’تمہارے ایام میں سے (ایک) جمعہ کا دن ہے۔ اسی روز آدم پیدا کئے گئے، اسی روز انہیں وفات دی گئی، اسی روز نفخ صور ہوگا اور اسی روز غشی ہوگی۔ پس اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو‘‘۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ ’’اور تمہارا درود مجھے پہنچایا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب آپؐ کا وجود بوسیدہ ہو چکا ہوگا تو اس وقت ہمارا درود آپؐ کو کیسے پہنچایا جائے گا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے وجودوں کو زمین پر حرام کر دیا ہے‘‘۔ (سنن ابی داؤد ابواب الجمعہ)

پھر جمعہ کی اہمیت کے بارہ میں ایک روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ مسجد میں پہلے آنے والے کو پہلا لکھتے ہیں اور اسی طرح وہ آنے والوں کی فہرست ترتیب وار تیار کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب امام خطبہ دے کر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنا رجسٹر بند کر دیتے ہیں‘‘۔

(صحیح مسلم کتاب الجمعۃ)

پھر ایک حدیث ہے علقمہؓ روایت کرتے ہیں کہ:

’’حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور جمعوں میں آنے کے حساب سے بیٹھے ہوں گے یعنی پہلا، دوسرا، تیسرا، پھر انہوں نے کہا چوتھا اور چوتھا بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے کے لحاظ سے کوئی دُور نہیں‘‘۔

(ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ باب ما جاء فی التھجیر الی الجمعۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ دن (جمعہ) عید ہے جسے اللہ نے مسلمانوں کے لئے بنایا ہے۔ پس جو کوئی جمعہ پر آئے اُسے چاہئے کہ وہ غسل کرے اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کرنا اپنے لئے لازمی کر لو‘‘۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا باب ما جاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ)

تو دیکھیں ان تمام احادیث سے کہیں یہ تاثر نہیں ملتا کہ بخشش کے سامان کرنے ہیں تو جمعۃ الوداع کافی ہے۔ بلکہ ہر جمعہ ہی اہم ہے، لازمی ہے، فرض ہے۔ اور جن لوگوں کے خیال میں ایک دن کی نماز ہی پڑھ لو تو کافی ہے۔ بعض لوگ جمعۃ الوداع پڑھنے والوں سے بھی دو قدم آگے ہوتے ہیں۔ وہ جمعۃ الوداع پر بھی نہیں آتے صرف عید کی نماز پر آتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ تو ان کے لئے یہ حدیث جو میں نے پڑھی ہے اس میں یہ بتا دیا کہ جمعہ کا دن بھی عید کا دن ہے۔ یہ عیدیں اکٹھی ہوں گی تو رمضان کی برکتوں سے فیضیاب ہونے کی توفیق بھی ملے گی۔ اور پھر رمضان کے بعد آنے والی عید سے بھی فیض پاؤ گے اور گناہوں سے بچنے کا سامان پیدا کرو گے۔

پھر جمعہ میں پہلے آنے کے بارہ میں اور امام کے قریب بیٹھنے کے بارہ میں حدیث ہے۔ حضرت سُمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز جمعہ پڑھنے آیا کرو اور امام کے قریب ہو کر بیٹھا کرو اور ایک شخص جمعہ سے پیچھے رہتے رہتے جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے حالانکہ وہ جنتیوں میں سے ہوتا ہے‘‘۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۰ مطبوعہ بیروت)

جمعہ سے پیچھے رہتے رہتے سے مراد ہے کہ جمعہ اگر چھوڑو گے تو چھوڑتے چلے جاؤ گے۔ اس میں بھی اصل چیز یہی ہے کہ جمعہ پر آنے کی تڑپ ہو، ایمان کی باتیں سننے کی اور ان پر عمل کرنے کی خواہش ہو۔ اصل چیز وہی ہے کہ نیت کیا ہے؟ بعض لوگ مساجد میں کچھ وقت گزارنے کے بعد جاتے ہیں کہ کچھ دیر کے بعد جائیں گے، آرام سے چلے جائیں گے۔ امام صاحب بڑا لمبا خطبہ دے رہے ہیں۔ بڑی دیر وہاں بیٹھنا پڑتا ہے، انتظار کرنا پڑتا ہے، کون اتنی دیر بیٹھے۔ آخری پانچ سات منٹ ہوں گے تو چلے جائیں گے۔ دو چار منٹ کا خطبہ سن لیں گے، پھر نماز پڑھیں گے اور واپس آجائیں گے۔ تو یہ سوچ بڑی خطرناک سوچ ہے۔ کیونکہ پہلے جانے والے اور آخر میں جانے والے کے ثواب میں بھی اونٹ اور مرغی کے انڈے کے برابر یا بعض دفعہ چاول کے دانے کے برابر فرق ہے۔ لیکن جو بھی امام ہوں ان کو بھی حالات کے مطابق موسم کے مطابق، لوگوں کے وقت کے مطابق، خطبے کے وقت کا خیال رکھنا چاہئے۔

اب جمعہ کی اہمیت اور تربیت کے بارہ میں مزید احادیث پیش کرتا ہوں۔ یہ کہ بغیر عذر کے کوئی جمعہ نہیں چھوڑا جانا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ’’جس نے متواتر تین جمعے جان بوجھ کر چھوڑ

سیٹلائٹ

دئے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے‘‘۔(ترمذی کتاب الجمعة باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر)۔ اور پھر آہستہ آہستہ بالکل ہی پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے۔ بڑا سخت انذار ہے اس میں۔

پھر ایک روایت ہے طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ ادا کرنا ایسا حق ہے جو واجب ہے سوائے چار قسم کے افراد کے۔ یعنی غلام، عورت، بچہ اور مریض‘‘۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعة للمملوک)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو بات کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ اپنے بچوں کو خطبے کے دوران منہ سے بول کر روک ٹوک کر رہے ہوتے ہیں، خاص طور پر عورتوں میں۔ تو ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اول تو بالکل چھوٹے بچوں کو جن کو سنبھالنا مشکل ہو مسجد میں نہ لائیں اور ایسی حالت میں ضروری بھی نہیں عورتوں کے لئے کہ ضرور ہی آئیں۔ تو یہ حدیث جو مَیں نے پڑھی ہے اس میں بچوں کو ویسے بھی رخصت ہے۔ دوسرے بچوں کو سمجھا کر لانا چاہئے کہ مسجد کے آداب ہوتے ہیں۔ بولنا نہیں، شور نہیں کرنا وغیرہ۔ اور مستقل اگر بچے کے ذہن میں یہ بات ڈالتے رہیں تو آہستہ آہستہ بچے کو سمجھ آ جاتی ہے۔ اگر نہ سمجھائیں تو مَیں نے دیکھا ہے بعض دفعہ آٹھ دس سال کی عمر کے بچے بھی آپس میں خطبے کے دوران بول رہے ہوتے ہیں، باتیں کر رہے ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو چھیڑ رہے ہوتے ہیں، شرارتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ تو اس طرف بچوں کو مستقل توجہ دلاتے رہنا چاہئے۔ اور اگر کبھی ساتھ بیٹھے ہوئے بچے کو یا کسی دوسرے شخص کو خاموش کروانا پڑے تو اشارہ سے سمجھانا چاہئے، منہ سے کبھی نہیں بولنا چاہئے۔

حدیث میں آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’جمعہ کے روز جب امام خطبہ دے رہا ہو اگر تم اپنے قریبی ساتھی کو کہو ’خاموش ہو جاؤ‘ تو تمہارا یہ کہنا بھی لغو فعل ہے‘‘۔ (مسلم کتاب الجمعة)

جن آیات کی تلاوت کی گئی تھی ان کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اسلام میں جمعہ کے دن کے لئے یہ خصوصیتیں مقرر فرمائی ہیں کہ اس دن چھٹی رکھی جائے، عبادت زیادہ کی جائے، اسے قومی اجتماع کا دن بنایا جائے، نہایا دھویا جائے، صفائی کی جائے، مریضوں کی عیادت کی جائے، اسی طرح اور قومی اور تمدنی کام کئے جائیں۔ ہاں جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد اجازت دی گئی ہے کہ لوگ اپنے مشاغل میں لگ جائیں مگر زیادہ مناسب اسی کو قرار دیا ہے کہ بعد میں بھی لوگ ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ان کے ساتھ میں، اسی طرح رمضان کے آخری جمعہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: ہمارے امام فرمایا کرتے ہیں کہ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جس نے رمضان پایا مگر اپنے اندر کوئی تغیر نہ پایا۔ پانچ سات روزے باقی رہ گئے ہیں (وہ بھی آخری جمعہ تھا۔ اور اب بھی تین چار روزے باقی ہیں)۔ ان میں بہت کوشش کرو اور بڑی دعائیں مانگو، بہت توجہ الی اللہ کرو اور استغفار اور لاحول کثرت سے پڑھو۔ قرآن مجید سن لو، سمجھ لو، جتنا ہو سکے صدقہ وخیرات دے لو۔ اور اپنے بچوں کو بھی تحریک کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں توفیق دے۔ (آمین) (خطبات نور۔ جدید ایڈیشن صفحہ ۲۶۵)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے جو اتمام نعمت کی ہے وہ یہی دین ہے جس کا نام اسلام رکھا ہے۔ پھر نعمت میں جمعہ کا دن بھی ہے جس روز اتمام نعمت ہوا۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ پھر اتمام نعمت جو ﴿یُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾ کی صورت میں ہوگا وہ بھی ایک عظیم الشان جمعہ ہوگا۔ وہ جمعہ اب آ گیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے وہ جمعہ مسیح موعودؑ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے ...... مَیں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے لئے پیدا کر دی ہے۔ مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس بات پر ہرگز ہرگز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ تم نے پانا تھا، پا چکے .... سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آ پہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے توفیق چاہو کہ وہ تمہیں سیراب کرے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدوں کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمہ سے پئے گا وہ ہلاک نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمہ سے سیراب ہونے کا کیا طریق ہے۔ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو حق تم پر قائم کئے ہیں ان کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو۔ ان میں سے ایک خدا کا حق ہے اور دوسرا مخلوق کا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۳۴۔۱۳۵)

پس ہم میں سے ہر احمدی کو اس بات کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ امام الزمان کو مان کر ہم پر بہت ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔ عبادات کی طرف خاص توجہ ہونی چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق تمام عبادات کو بجا لانے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمایا کہ آپ کے زمانہ سے بھی جمعہ کو ایک خاص نسبت ہے۔ ہمیں اس بات کی اہمیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ دعاؤں پر بہت زیادہ توجہ دیں۔ خوش قسمتی سے آج کل رمضان کے دن گزر رہے ہیں۔ اور آخری عشرہ کے آخری چند دن ہیں۔ اس میں قبولیت دعا کی خوشخبریاں بھی دی گئی ہیں اس لئے ان دنوں میں دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپؐ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ﴾ (المومن: ۶۱)۔ یعنی تمہارا ربّ فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو مَیں قبول کروں گا۔ وہ لوگ جو تکبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے‘‘۔ (سنن ترمذی ابواب الدعوات)

کتنے خوف کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ کہہ رہا ہے کہ مَیں تمہاری نیک تمنائیں اور تمہاری دعائیں قبول کرنے کے لئے انتظار میں ہوں پھر بھی تم نہیں مانگ رہے۔ اور اس کے باوجود مَیں تمہیں یہ تحریص دلا رہا ہوں کہ جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے جب تمام دعائیں قبول ہو جاتی ہیں پھر بھی جیسے تمہاری توجہ پیدا ہونی چاہئے توجہ پیدا نہیں ہو رہی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ گھڑی بھی نصیب کرے اور دعاؤں کی توفیق بھی دے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز اور کوئی چیز نہیں‘‘۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے‘‘۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے ربّ سے ہی ہر قسم کی حاجتیں مانگے۔ حتی کہ اگر اس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے ہی مانگے۔ اور حضرت ثابت البنانی کی روایت میں ہے کہ نمک تک بھی اللہ ہی سے مانگے اور اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے ہی مانگے۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اپنے بندے کے پاس ہوتا ہوں جہاں کہیں بھی وہ مجھے یاد کرے یا میرے ذکر سے اُس کے ہونٹ حرکت کریں۔ (بخاری کتاب التوحید)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین دعا یہ ہے کہ اس سے عافیت طلب کی جائے۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’انسان اپنے ربّ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو اس لئے سجدے میں بہت دعا کیا کرو‘‘۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ ما یقول فی الرکوع والسجود)

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

’’جب بھی کوئی مسلمان کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات یا قطع رحمی کا عنصر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا کر دیتا ہے۔ وہ کیا تین باتیں ہیں۔ یا تو اس کی دعا جلد سنی جاتی ہے۔ یا پھر اس دعا کو آخرت کے دن اس کے کام آنے کے لئے ذخیرہ کر لیا جاتا ہے۔ بخشش کے سامان پیدا کرنے کے لئے۔ یا پھر اللہ تعالیٰ اسی قدر اس کی برائی اس سے دُور کر دیتا ہے۔ اگر وہ اس رنگ میں پوری نہ بھی تو کوئی نہ کوئی اس کی برائی دُور ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا پھر تو ہم بہت دعا مانگیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر عطا کرنے پر قادر ہے‘‘۔

(مسند احمد بن حنبل باقی مسند المکثرین)

تو دیکھیں آنحضرت ﷺ نے ہمیں کس کس طرح دعاؤں کی طرف رغبت دلانے کی کوشش کی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض بنتا ہے کہ رمضان کے ان بقیہ دنوں میں بہت دعائیں کریں اپنے لئے، اپنے بیوی بچوں کے لئے، اپنے خاندان کے لئے، جماعت کے لئے۔ جب انسان دوسروں کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ چیز ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ اس لئے جماعت کے

بے کس اور بے بس افراد کے لئے بہت دعائیں کریں جو کسی نہ کسی صورت میں مخالفین کی تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں تینوں رنگوں میں دعائیں قبول کرنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ بلکہ جیسا کہ یہاں بیان ہوا ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر ہمیں عطا کر سکتا ہے۔ وہ سب قدرتوں کا مالک ہے۔ اس کو کبھی محدود کر کے نہ دیکھیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''......جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف منہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور اندھا مرتا ہے...... جو شخص روح کی سچائی سے دعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے۔ بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت کر سکتا ہے۔ ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کے وقت میں دعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تخت شاہی پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سو اسی کا نام حقیقی مرادیابی ہے جو آخر دعا کرنے والوں کو ملتی ہے۔ (ایام الصلح صفحہ ۷۔۸)

پھر آپؑ نے فرمایا:

'' دعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑ ہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دعا کرنا ایک قوّت مقناطیسی رکھتا ہے۔ اور فضل اور رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔'' (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴، صفحہ ۲۴۰۔۲۴۱)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

'' یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعا جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس کی فرضیت کے چار سبب ہیں۔ ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔ دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الٰہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے۔ (یعنی زیادہ تر توجہ پیدا ہو علم اور حکمت حاصل کرنے کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی طرف بھی)۔ چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رؤیا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اُسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے۔ (ایام الصلح صفحہ ۱۲۔۱۳)

آپ فرماتے ہیں: 'مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلاہٹ ایسی ہی اضطراری ہو کہ وہ اس کے فضل اور رحمت کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ لاتی ہے۔ اور مَیں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور رحمت کو جو قبولیت دعا کی صورت میں آتا ہے مَیں نے اپنی طرف کھینچتے ہوئے محسوس کیا ہے بلکہ مَیں تو یہ کہوں گا کہ دیکھا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: ہر ایک جو اس وقت سنتا ہے یاد رکھے کہ تمہارا ہتھیار دعا ہے اس لئے دعا میں لگے رہو۔ یہ یاد رکھو کہ معصیت اور فسق کو نہ واعظ دور کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اور حیلہ۔ اس کے لئے ایک ہی راہ ہے وہ دعا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہی ہمیں فرمایا ہے۔ اس زمانہ میں نیکی کی طرف خیال آنا اور بدی کو چھوڑنا چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ یہ انقلاب چاہتی ہے اور یہ انقلاب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ دعاؤں سے ہوگا۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ راتوں کو رو رو کر دعائیں کریں۔ اس کا وعدہ ہے ﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾۔

پھر آپ نے فرمایا: وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے، وہ گداز کرنے والی آگ ہے، وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے، وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے، وہ ایک تندسیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے، ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں، تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دُعاؤں میں سُست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ دُعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دُعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اُٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور ازخود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دُعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسیاتی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دُعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائیگی۔ دُعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دُعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دُعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے۔ اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اُس کی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی گویا وہ اَور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلّی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اس خاص تجلّی کے شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔

غرض دُعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دُعا کے ساتھ رُوح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانۂ حضرتِ احدیت پر گرتی ہے۔'' (روحانی خزائن لیکچر سیالکوٹ جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۳)

پس آئیں ہم سب مل کر ہمارا بچہ، ہمارا جوان، ہمارا بوڑھا، ہماری عورتیں، ہمارے مرد، آج اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کریں اور رمضان کے ان بقیہ دنوں میں جو کمیاں رہ گئی ہیں انہیں پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اپنی راتوں کو اپنی عبادات کے ساتھ زندہ کریں۔ اپنے دنوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کا رحم اور فضل طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں اور کمزوریوں کو معاف فرمائے، ہماری پردہ پوشی فرمائے، ہمارے پر اپنے رحم اور کرم کی نظر کرے، اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں پر رحم اور فضل فرمائے جو صرف اس وجہ سے تنگ کئے جا رہے ہیں کہ انہوں نے زمانے کے امام کو پہچانا اور مانا۔ اے اللہ ہمارے ایسے تمام مخالفین کو عقل اور سمجھ دے کہ وہ اس مخالفت سے باز آجائیں اور جو معصوم عوام کو ورغلانے والے شیطان صفت لوگ ہیں ان کو عبرت کا نشان بنا دے۔ اور جہاں جہاں احمدی تنگی کی زندگی گزار رہے ہیں محض اور محض رحم کرتے ہوئے تنگی کے دن آزادی میں بدل دے اور ہمیں ہمیشہ اپنا عبادت گزار بندہ بنائے رکھے۔ اور اس رمضان میں ہم پر ہونے والے تمام فضلوں کو ہمیشہ جاری رکھے۔ اے خدا! ہم تجھ سے تیرے ہی الفاظ کا واسطہ دے کر مانگتے ہیں ﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾۔ اللہ تعالیٰ ہماری تمام دعائیں قبول فرمائے۔

❁❁❁ ....❁............ ❁❁❁

نکات معرفت

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁...... '' ذکر الٰہی سے قویٰ مضبوط ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ بوڑھے جوان ہو جاتے ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت قرآن شریف سے ہی ملتا ہے۔ حضرت زکریاؑ نے اپنی کمزوری کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج یہی علاج بتایا ہے کہ تم ذکر الٰہی کرو اور تین روز تک کسی سے کلام نہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور خدا نے جیتی جاگتی اولاد عطا فرمائی۔

حدیث شریف میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک خادمہ مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور سوتی دفعہ بھی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

(الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۳ء)

(مرسلہ: حبیب الرحمن زیروی)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

کرسمس کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

پروفیسر اوون چیڈ وک (Owen Chadwick) جو کیمبرج یونیورسٹی میں ماڈرن ہسٹری کے استاد رہ چکے ہیں اپنی کتاب A History of Christianity میں لکھتے ہیں کہ جب ۳۳۶ عیسوی میں پہلی بار کرسمس منایا گیا تھا تو اس تہوار کے تین پہلو تھے ' ایک تو موسم سرما کی اداسی سے چھٹکارا پانے کی خوشی۔ دوسرے رومیوں کی سورج اور اس کی دھوپ سے روایتی عقیدت کا اظہار۔ اور تیسرے فلسطین کے شہر بیت اللحم (Bethelhem) کے ایک طویلے میں جو بچہ پیدا ہوا تھا اس کی یاد منانے کے لئے۔ جہاں تک اس کی پیدائش کی یاد کا تعلق ہے گو عیسائی اُسے آج بھی اسی طرح مناتے ہیں لیکن دوسری دو باتیں (جشن منانا اور سنٹا کلاز کی بے اصل داستان کے تجارتی پہلو) اس پر بڑی طاقت سے حاوی ہو چکی ہیں۔

اس ذکر کے بعد سڈنی کا ایک موقر اخبار اپنے اداریہ میں رقم طراز ہے:

''یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ درست ہے کہ انجیل میں یسوع (Jesus) کی پیدائش کا کوئی ذکر اس کے سوا نہیں ملتا کہ لوقا میں ہے کہ '' جب Cyrenius سیریا کا گورنر تھا '' یا متی میں ہے کہ '' یہ واقعہ ہیروڈ کی موت (۴ قبل مسیح) سے پہلے کا ہے''۔

اولین عیسائی یسوع کی پیدائش کے واقعہ کو ایک اہم مذہبی تقریب کے طور پر دیکھتے معلوم نہیں ہوتے۔ ان کے مذہبی کیلنڈر میں توجہ ایسٹر پر تھی۔ یہ امر تصدیق شدہ ہے کہ سب سے پہلی بار ۳۳۶ء میں روم سے کرسمس کا آغاز ہوا۔ زیادہ امکان یہی ہے کہ کرسمس کے لئے ۲۵؍دسمبر کی تاریخ اس لئے مقرر کی گئی تھی کہ اس روز رومی موسم سرما کے زوال کی خوشی کا تہوار منایا کرتے تھے اور کرسمس کو اس پر منطبق کیا گیا تھا۔

جیسا کہ Chadwick نے لکھا ہے رومن یہ تہوار شراب کی مدہوشی اور خوشی کی سرمستی (Drunkenness and Riot) کی کیفیت میں منایا کرتے تھے۔ چرچ اگرچہ کہتا رہا کہ کرسمس کو بامقصد تہوار کے طور پر منانا چاہئے۔ لیکن جس طرح آج کے عیسائی اس طرح کی اپیلوں کو نظرانداز کر کے پینے پلانے اور کھانے پینے میں حدّ اعتدال سے گزر جاتے ہیں ایسا ہی حال ان پہلے عیسائیوں کا تھا۔ انہوں نے بھی اسی طریق کی پیروی کی جس پر ان کے غیر عیسائی رومی ہمسائے چلتے تھے۔''

(سڈنی مارننگ ہیرلڈ ۲۴ دسمبر ۲۰۰۳ء)

یہاں ضمناً یہ ذکر مناسب ہوگا کہ ہیروڈ (Herod) فلسطین کا رومی بادشاہ تھا جس کا زمانہ ۳۷ تا ۴ قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش چار تا چھ سال قبل مسیح باور کی جاتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر کبیر جلد پنجم میں قرآن کریم، انجیل اور عیسائی محققین کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جولائی یا اگست میں یعنی موسم گرما میں ہوئی تھی جب کھجوریں پکتی ہیں۔ گڈریئے اپنے ریوڑ کو کھلی جگہ رات کو رکھتے ہیں اور چشموں کا پانی بچہ کو نہلانے کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''بائبل کی روایت سے پتہ لگتا ہے کہ بچہ بیت اللحم میں پیدا ہوا اور بیت لحم ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے جو سمندر سے ۲۳۵۰ فٹ اونچی ہے۔ اس کے اردگرد سبز وادیاں ہیں جو سارے یہودا سے زیادہ سرسبز ہیں۔ اس پہاڑی کے اندر دو تین چشمے ہیں جن کو چشمہ سلیمان کہتے ہیں اور یہیں سے شہر میں پانی لایا جاتا ہے۔ گویا شہر میں پانی نہیں بلکہ تالاب سلیمان سے نالیوں کے ذریعہ پانی لایا جاتا ہے۔ مگر شہر سے جنوب مشرق کی طرف آٹھ سو گز یعنی نصف میل پر اور وہ بھی نیچے ڈھلوان کی طرف چشمہ ہے۔'' (قاموس کتاب المقدس ترجمہ و تالیف ڈاکٹر جارج اِی پوسٹ۔ ایم ڈی)

......اصل بات یہ ہے کہ بائبل بتاتی ہے حضرت مریم جب بیت اللحم گئیں تو انہیں ٹھہرنے کے لئے شہر میں جگہ نہ ملی پس وہ شہر سے باہر جا کر رہیں۔ اور بائبل بتاتی ہے کہ وہ اس جگہ پر رہیں جہاں گڈریئے اپنے جانور چرایا کرتے تھے۔ (انجیل لوقا باب ۲ آیت ۱۸)۔ اور گڈریئے اپنے جانور ہمیشہ شہر سے کچھ فاصلہ پر چرایا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے لکھا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے اُسے کھلیان میں ڈالا۔ پس شہر اور چشموں کے درمیان کسی جگہ پر جا کر وہ ٹھہر گئیں۔ شائد انہیں یہ بھی خیال ہوگا کہ اگر میں شہر میں رہی تو لوگ شور ڈالیں گے کہ یہ کس کا بچہ ہے اس لئے بہتر ہے کہ شہر سے کچھ فاصلہ پر جا کر رہوں۔ چنانچہ انہوں نے شہر سے کچھ فاصلہ پر ڈیرہ لگا دیا جہاں سے پانی نزدیک تھا مگر بوجہ اجنبی جگہ ہونے کے انہیں اس کا علم نہیں تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتہ نے انہیں الہاماً بتا دیا کہ اس طرف چشمہ بہ رہا ہے''۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم۔ سورہ مریم آیت ۲۶۔ صفحہ ۱۷۸)

نیز فرماتے ہیں۔ '' قرآن کریم بتاتا ہے کہ مسیح اس موسم میں پیدا ہوئے جس میں کھجور پھل دیتی ہے اور کھجور کے زیادہ پھل دینے کا زمانہ دسمبر نہیں ہوتا بلکہ جولائی اگست ہوتا ہے اور پھر جب ہم یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک چشمہ کا بھی پتہ بتایا جہاں وہ اپنے بچے کو نہلا سکتی تھیں اور اپنی بھی صفائی کر سکتی تھیں تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جولائی اگست کا مہینہ تھا ورنہ سخت سردی کے موسم میں چشمہ کے پانی سے نہانا اور بچے کو غسل دینا خصوصاً ایک پہاڑ پر اور عرب کے شمال میں عقل کے بالکل خلاف تھا''۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۱۷۹)

......پھر انجیل میں مسیح کی پیدائش کا موقع بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: '' اسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔'' (لوقا باب ۲۔ آیت ۸) ظاہر ہے کہ یہ گرمی کا موسم تھا نہ کہ شدید سردی کا۔ دسمبر کا مہینہ تو علاوہ شدید سردی کے فلسطین میں سخت بارش اور دھند کا ہوتا ہے۔ کون یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ ایسے موسم میں کھلے میدان میں چرواہے اپنے گلّوں کو لے کر باہر نکل آئے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ گرمی کا موسم تھا۔ چنانچہ پیکس تفسیر بائبل میں انجیل لوقا کے مفسّر پرنسپل اے۔ جے۔ گریو ایم اے ڈی، کی طرف سے لوقا کے اس بیان پر کہ حضرت مسیح کی پیدائش جس موسم میں ہوئی تھی اس وقت چرواہے گلّوں کو باہر نکال کر کھلے میدان میں راتیں بسر کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل تبصرہ موجود ہے کہ یہ موسم ماہ دسمبر کا نہیں ہو سکتا۔ ہمارا کرسمس ڈے مقابلتہً بعد کی ایک روایت ہے جو کہ پہلے پہل مغرب میں پائی گئی۔ اسی طرح بشپ جارنس اپنی کتاب Rise of Christianity میں تحریر کرتے ہیں۔

''اس تعین کے لئے کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے کہ ۲۵ دسمبر ہی مسیح کی پیدائش کا دن تھا اگر ہم لوقا کی بیان کردہ ولادت مسیح کی کہانی پر یقین کر لیں کہ اس موسم میں گڈریئے رات کے وقت اپنی بھیڑوں کے گلہ کی نگرانی بیت لحم کے قریب کھیتوں میں کرتے تھے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش موسم سرما میں نہیں ہوئی جبکہ رات کو ٹمپریچر اتنا گر جاتا ہے کہ یہودیہ کے پہاڑی علاقہ میں برف باری ایک عام بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کرسمس ڈے کافی بحث و تمحیص کے بعد قریباً ۳۰۰ء میں متعیّن کیا گیا ہے''۔ (صفحہ ۷۹)

پس ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ مسیح کی پیدائش دسمبر میں نہیں ہوئی۔''

(تفسیر کبیر جلد پنجم۔ صفحہ ۱۸۵۔۱۸۴)

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چار قبل مسیح سے پہلے پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش موسم گرما میں ہوئی اور عیسائیت کے ابتدائی تین سو سالوں میں کسی نے کرسمس ڈے نہیں منایا۔ پہلی بار روم کے عیسائیوں نے ۳۳۶ عیسوی میں کرسمس منایا اور ۲۵؍دسمبر کا دن اس لئے مقرر کیا گیا کہ اس روز رومی اپنا موسمی تہوار پینے پلانے کے شغل کے ساتھ منایا کرتے تھے۔ عیسائیوں نے اس کا نام بدل کر کرسمس رکھ دیا اور اس میں عبادت اور روحانیت پر شراب و کباب جس طرح اُس وقت حاوی تھا، اور آج بھی ہے۔ اس کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے جن تہواروں کا آغاز ہو اُن میں آج بھی عبادت، روحانیت اور نیکی کا رنگ پایا جاتا ہے جیسے عیدین، حج اور جمعات اور پھر آپ کے روحانی فرزند مسیح موعودؑ کے ذریعہ جاری ہونے والے جلسہ ہائے سالانہ وغیرہ۔ الحمدللہ۔

۞۞۞۞۞

بقیہ: تاریخ اسلام۔ ایک نظر میں
از صفحہ نمبر ۴

انیسویں صدی میں افغانیوں کا برطانیہ کے ساتھ تصادم ہوا مگر انگریز افغانستان کو زیر نگیں کرنے کی کوئی صورت نہ پیدا کر سکے۔ اس وقت سے اب تک یہ ایک خودمختار ملک چلا آ رہا ہے۔

پارس یعنی ایران: پارس اموی اور عباسی مملکتوں کا حصہ تھا۔ گیارھویں صدی اور بارھویں صدی میں یہ سلجوق حکمرانوں کے زیر نگیں تھا۔ قریب ایک سو سال تک منگول شہزادے اس پر حکومت کرتے رہے اور پھر ۱۳۵۰ء سے لیکر ۱۵۰۰ء تک سلطان تیمور لنگ اور اس کی نسل کے لوگ اس پر حکمرانی کرتے رہے۔ ۱۵۰۰ء سے لیکر ۱۷۰۰ء تک صفوی یہاں حکمران رہے جس کے بعد قاجر خاندان نے اقتدار حاصل کر لیا۔

سینٹرل ایشیا: ٹرانس سیکسونیا کا حصہ ایران کے قبضہ میں اٹھارویں صدی تک رہا جب روسیوں نے رفتہ رفتہ جنوب کی طرف پھیلنا شروع کیا۔ انیسویں صدی میں انہوں نے بخارا اور سمرقند کو فتح کر لیا۔

عراق اور شام: شام (بشمول فلسطین کے جو تمام تاریخ اسلام میں شام کا اٹوٹ حصہ رہا) اور عرب کے ممالک کا حال ایران جیسا ۱۵۰۰ء تک رہا۔ اس کے بعد وہ عثمانی سلطنت کا حصہ بن گئے۔ ۱۹۱۴ء کی پہلی جنگ عظیم کے دوران یہ قومیں آزاد ہو گئیں۔ جنگ کے بعد برطانیہ نے عراق کو آزادی دینے کا جو وعدہ کیا تھا اس سے منہ موڑ لیا۔ شام کا ملک فرانس کو دے دیا گیا۔ عراق اور اردن کو برطانیہ کے زیر نگرانی کر دیا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں شروع ہونے والی جنگ عظیم دوم کے بعد شام اور اردن نے آزادی حاصل کر لی۔

ترکی: عباسی حکمرانوں نے سب سے پہلے اس ملک کو اسلام کیلئے فتح کیا۔ عثمانی ترکوں نے اس پر ۱۲۸۸ء میں حکمرانی شروع کی۔ استنبول پر سلطان محمد ثانی نے ۱۴۵۳ء میں قبضہ کیا۔ ایک زمانہ میں ترکی بین الاقوامی طاقت (سپر پاور) بن گیا تھا مگر انیسویں صدی میں اس پر زوال شروع ہو گیا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں ترکی جب جرمنی کا حلیف بنا تو یہ اپنے تمام مقبوضہ علاقوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

مصر: امیہ خاندان نے اس پر ۷۵۰ء تک حکومت کی، پھر فاطمی خاندان نے ۱۱۷۰ء تک، پھر مملوک خاندان نے ۱۵۰۰ء تک جب سلطان سلیم نے اسے فتح کر کے سلطنت عثمانیہ کا حصہ بنا دیا۔ اس نے آزادی انیسویں صدی میں حاصل کی مگر پھر برطانیہ نے قبضہ کر لیا اور حال ہی میں اسے دوبارہ آزادی ملی ہے۔

سپین: اس ملک پر مسلمانوں نے ۷۱۰ء میں قبضہ کیا اور اس کے حکمران اموی شاہی خاندان کے لوگ تھے۔ اس ملک نے عباسی خاندان کی حکمرانی کبھی قبول نہ کی۔ مسلمانوں کی حکومت یہاں ۱۴۰۰ء کے لگ بھگ ختم ہو گئی۔ یا تو مسلمانوں کو یہاں سے جلاوطن کر دیا گیا یا پھر وہ دوبارہ عیسائی بن گئے۔

اس جائزہ میں میں نے ملائیشیا، انڈونیشیا اور افریقہ کو شامل نہیں کیا ہے۔ میں نے اس سے پہلے بھی کہا ہے کہ جب اسلام کی سیاسی طاقت اس کے نقطہ زوال پر تھی تو اس کی مذہبی قوت حیات اس کے ہمیشہ آڑے آئی۔ اسلام کی سیاسی طاقت اپنے زوال پر انیسویں صدی کے آخر پر پہنچ گئی جب اسلام کے اندر احمدیہ تحریک کا آغاز ہوا۔ حضرت احمد علیہ السلام مسیح موعود اور مہدی موعود اس مقصد کے لئے ۱۸۸۹ء میں قادیان کے قصبہ میں مبعوث ہوئے اور ان کے ذریعہ اسلام ایک بار پھر روحانی اور سیاسی طور پر حیات نو حاصل کریگا۔ انشاءاللہ۔

۞۞

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،
مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)
Tel: 069-24279400 - e:mail-BELAboutique@aol.com

داعیان الی اللہ کی رہنمائی کے لئے

بائبل کے متعلق چند سوالات

(سید میر محمود احمد ناصر - ربوہ)

(۱)...... بائبل کو خدا کا کلام کہا جاتا ہے اگر یہ خدا کا کلام ہے تو کیا خود بائبل میں یہ دعویٰ موجود ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے؟ جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے بائبل کی چالیس کتابوں میں اپنے بارے میں یہ دعویٰ نہیں ملتا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

(۲)...... اگر بائبل خدا کا کلام ہے تو اس میں باہمی تضاد اور ٹکراؤ کیوں پایا جاتا ہے؟ خدا تو علیم کل ہے اس کے کلام میں باہمی ٹکراؤ اور تضاد کس طرح ہو سکتا ہے۔؟

(۳)......اگر بائبل خدا کا کلام ہے تو کیا یہ اسی طرح محفوظ ہے جس طرح یہ پہلی دفعہ لکھا گیا تھا؟ اگر نہیں، جیسا کہ اس کتاب کو ماننے والے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اسی طرح محفوظ نہیں جس طرح پہلے لکھی گئی تھی، تو گویا اس میں انسانی کلام دخل پا گیا۔ اس صورت میں اس کو ''خدا کا کلام'' کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

(۴)......کیا بائبل میں ظالمانہ احکام ہیں مثلاً یہ کہ جارحانہ حملہ کر کے ۷ قوموں کے ملک پر قبضہ کر لو۔ ان کے مردوں عورتوں شیر خوار بچوں اور مویشیوں تک کو قتل کر دو۔ ان کو نیست و نابود کر دو۔ کیا یہ ظالمانہ احکامات ایک شفیق اور رحمدل خدا کا کلام ہو سکتے ہیں۔

(۵)...... کیا بائبل میں خلاف عقل اور سائنسی اور تاریخی حقائق کے خلاف باتیں موجود ہیں۔ اگر ایسا ہے تو بائبل خدا کا کلام کیوں کر ہوسکتی ہے؟

(۶)......کیا بائبل میں مضحکہ خیز باتیں اور احکام ہیں؟ مثلاً استثناء باب ۲۲ آیت ۱۳ تا ۲۱۔ استثناء باب ۲۵ آیات ۵ تا ۱۰۔ قضاۃ آخری باب۔ متی باب ۸ آیات ۲۲ تا ۳۴۔ کیا اس صورت میں بائبل کو خدا کا کلام کہا جا سکتا ہے۔

(۷)...... بائبل کا وہ حصہ جو پرانا عہد نامہ کہلاتا ہے شریعت پر عمل کرنا لازمی قرار دیتا ہے اور بائبل کو ماننے والے بڑی بھاری تعداد میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنا ضروری نہیں بلکہ شریعت ایک لعنت ہے جو ان کے خیال میں نئے عہد نامہ کا نظریہ ہے۔ یہ دونوں حصے نیا عہد نامہ اور پرانا عہد نامہ دونوں خدا کا کلام کس طرح ہو سکتے ہیں۔

(۸)......ماہرین اہل زبان کی رائے کے مطابق پرانے عہد نامہ کی عبرانی اور نئے عہد نامہ کی یونانی بالعموم گھٹیا مرتبہ کی ہے جبکہ دوسری زبانوں مثلاً انگریزی میں ان دونوں کے تراجم اعلیٰ پایہ کی زبان میں کئے گئے ہیں۔ کیا یہ بات خدا کے کلام کے شایان شان ہے۔

(۹)......متی کی انجیل بالعموم یہودی شریعت پر عمل کرنے کی انتہائی درجہ کی تاکید کرتی ہے جبکہ لوقا کی انجیل شریعت کو واجب العمل نہیں سمجھتی۔ ان دونوں میں کس کی ہدایت پر عمل کیا جائے۔

(۱۰)......متی کی انجیل عورت کی بدکاری کی صورت میں خاوند کو طلاق کی اجازت دیتی ہے مگر مرقس کی انجیل کسی صورت میں بھی طلاق کی اجازت نہیں دیتی۔ اس کتاب پر عمل کرنے والا کس حکم پر عمل کرے۔

(۱۱)...... نیا عہد نامہ ایک طرف پطرس کو کلیسا کی بنیاد قرار دیتا ہے جس کو بہشت کی چابیاں دی گئیں اور اس کو یسوع نے کہا تھا کہ تو جو کھولے گا آسمان پر کھلے گا اور تو جو باندھے گا آسمان پر بندھے گا۔ مگر اس نئے عہد نامہ میں پولوس اس کو قابل ملامت قرار دیتا ہے اور اس پر مسیحی لڑکی لئے پھرنے کا الزام لگاتا ہے۔ ان دونوں باتوں میں کون سی بات درست اور خدا کا کلام ہے اور کون سی بات غلط ہے اور خدا کا کلام نہیں۔

(۱۲)...... پرانے عہد نامہ کا پیغام بارہ اسرائیلی قبائل کو مخاطب کر کے کہا ہے اور نیا عہد نامہ یسوع کے مشن کو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے محدود کرتا ہے۔ متی باب ۱۵ آیات ۲۱ تا ۲۸ اور یوحنّا باب ۱۶ آیات ۱۲ تا ۱۴ کے مطابق نامکمل اور محدود الوقت ٹھہراتا ہے۔ عالمگیر خدا کا یہ پیغام محدود کس لئے ہے؟

(۱۳)...... متی باب ۲۴ آیت ۳۴، مرقس باب ۱۳ آیت ۳۰، لوقا باب ۲۲ آیت ۳۲ اور 1۔تھسلنکیوں باب ۴ آیات ۱۵ تا ۱۸ میں آمد ثانی کے بارہ میں جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔ کیا خدا کے کلام کی پیشگوئی جھوٹی ہوسکتی ہے؟۔

(۱۴)...... نئے عہد نامہ میں انجیر کے ایک پھلدار درخت پر جس میں موسم نہ ہونے کی وجہ سے پھل نہیں تھا لعنت کرنے اور لعنت کے نتیجہ میں درخت کے سوکھ جانے کا ذکر ہے۔ کیا ایسی کتاب جو سرسبز درخت پر بلاوجہ لعنت کرتی ہے خدا کا کلام قرار دی جا سکتی ہے؟

(۱۵) چرچ کے بعض کارندے اس قسم کے سوالات کو جو اوپر کئے گئے ہیں سن کر کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا اور آپ کا ''خدا کا کلام ہونے اور الہام ہونے'' کا تصور مختلف ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ جب ہم بائبل کو خدا کا کلام کہتے ہیں تو اس سے صرف یہ مطلب ہے کہ یہ کلام Inspired ہے اگرچہ یہ ایسے لوگوں کی تصنیف ہے جو کلیۃً انسان تھے اور انسانی کمزوریاں بھی رکھتے تھے اور انسانی کمزوریاں بھی اس میں رہ پا گئی ہیں مگر بائبل کا وہ حصہ جس کا ماننا نجات کے لئے ضروری ہے اور جس پر عمل کرنا نجات کے لئے ضروری ہے وہ روح القدس کی تائید سے لکھا گیا ہے اور وہ حصہ محفوظ ہے۔

اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بائبل کا ایک فقرہ یا ایک پیرا تو غلط ہے اور انسانی کمزوریوں کا نتیجہ ہے اور دوسرا فقرہ یا دوسرا پیرا صحیح ہے اور روح القدس کا القاء ہے۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس قسم کا الہام اور خدا کا کلام ہونے کا دعویٰ بھی بائبل میں ملتا ہے؟ اور یہ سوال طبعاً پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص بائبل کی ایک عبارت کو غلط اور انسانی کمزوری کا نتیجہ قرار دے اور دوسرا شخص اس کو روح القدس کا القاء قرار دے تو اس بات کا فیصلہ کون کرے گا کہ صحیح موقف کیا ہے؟ اور وہ کون سی اتھارٹی ہے جس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس بارہ میں فیصلہ صادر کرے؟ اور اس اتھارٹی کو یہ اختیار کہاں سے ملا اور کس نے دیا؟۔

❁❁❁❁❁

بقیہ: حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا عشق قرآن از صفحہ نمبر ۱۲

حاضر ہیں ان کے واسطے میں نے بہت بہت دعائیں درس شروع کرنے سے پہلے کی ہیں۔''

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان: ۱۰ مارچ ۱۹۱۰)

(حقائق الفرقان جلد۳ص۵)

آخری عمر کی بیماری میں بھی آپ درس القرآن کے لیے تشریف لیجاتے، جب ہمت جواب دے گئی تو مسجد اقصیٰ کے صحن میں اور پھر کمزوری مزید بڑھنے پر اپنے صاحبزادے میاں عبدالحئی کے مکان پر یہ مبارک سلسلہ جاری رکھا۔ اس خاص جذبہ کے بارے میں حیات نور میں شیخ عبدالقادر صاحب تحریر کرتے ہیں:

''یوں تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صحت کافی عرصہ سے کمزور چلی آتی تھی لیکن فروری کے دوسرے ہفتہ میں زیادہ گرنا شروع ہوگئی۔ تاہم آپ اس امر کی انتہائی کوشش فرماتے رہے کہ جب تک زبان حرکت کر سکے قرآن کریم کا درس جاری رہنا چاہئے۔ چنانچہ آپ کے درسوں میں شامل ہونے والے احباب بیان کرتے ہیں کہ جب آپ جنوری ۱۹۱۴ء کے شروع میں بیمار ہوئے تو باوجود بیماری اور کمزوری کے حسب معمول مسجد اقصیٰ میں تشریف لے جا کر ایک توت کے درخت کا سہارا لے کر درس دیتے رہے۔ گو رستہ میں چند مرتبہ ناتوانی کی وجہ سے مقام بھی کر لیتے تھے، جب کمزوری بہت بڑھ گئی اور مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھنا دشوار ہوگیا تو بعض دوستوں کے اصرار پر مدرسہ احمدیہ کے صحن میں درس دینا شروع فرمادیا۔ ان ایام میں آپ نقاہت کی وجہ سے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لاتے تھے اور اسی طریق پر واپس تشریف لے جاتے تھے۔ مگر جب ضعف اور بھی بڑھ گیا اور دوسروں کے سہارے بھی چلنا مشکل ہوگیا تو اپنے صاحبزادہ میاں عبدالحئی صاحب کے مکان میں درس دیتے رہے اور آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ اپنے آقا و مطاع آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق کھڑے ہو کر درس دیا جائے مگر آخری دو تین ہفتے جب اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور ڈاکٹروں نے درس بند کر دینے کا مشورہ دیا تو فرمایا کہ قرآن کریم میری روح کی غذا ہے اس کے بغیر میرا زندہ رہنا محال ہے لہٰذا درس میں کسی حالت میں بھی بند نہیں کر سکتا۔ غالبا انہی ایام کا ذکر کرتے ہوئے ''الفضل'' لکھتا ہے:

''ضعف کا یہ حال ہے کہ بغیر سہارے کے بیٹھنا تو درکنار سر کو بھی خود نہیں تھام سکتے اسی حالت میں ایک دن فرمایا کہ بول تو میں سکتا ہوں خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا۔ درس کا انتظام کرو کہ میں قرآن مجید سنادوں''۔ (حیات نور صفحہ: ۶۹۲۔۶۹۳)

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجہ کے عاشق قرآن کریم تھے اور اس کتاب نور کی برکتوں میں سے ایک وافر حصہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضلوں سے عنایت فرمایا۔ آپ کے عشق قرآن اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کی قبولیت کے بارے میں حضرت امام الزمان علیہ الصلاۃ والسلام کی تحریر ہی آپ کو صحیح خراج عقیدت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور مولوی حکیم نور الدین صاحب تو ہمارے اس سلسلہ کے ایک شمع روشن ہیں۔ ہر روز قرآن شریف اور حدیث کا درس دیتے ہیں اور اس قدر معارف حقائق قرآن شریف بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ خدا کی مدد نہیں تو اور کیا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوئم صفحہ:۱۵۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی قرآن کریم کے سچے عاشق بنیں اور اس کی برکات سے مستفید ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں (آمین)۔

❁❁❁❁❁

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR PHARMAECUTICALS NEEDS

❁❁ ❁❁ ❁❁

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

عشق قرآن

(آپ کے بیان فرمودہ واقعات اور تجربات کی روشنی میں)

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پراز نور یقیں بودے

(حافظ محمد نصراللہ جان۔ ربوہ)

حضرت الحاج حکیم نورالدین بھیروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سچے اور عظیم عاشق قرآن کریم تھے۔ یہ عشق آپ کو بچپن سے ہی والدین کی تربیت میں ملا جو آپؓ کی فطرت سعیدہ کی وجہ سے بڑھتا ہی چلا گیا اور آپ نے اپنی ساری زندگی قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کی۔ یہ عشق قرآن عمر کے اس حصے سے شروع ہوتا ہے جبکہ آپؓ کو قرآن کریم اور اس کے مدمقابل دوسری کتب کی تعلیمات کا پورا علم بھی نہ تھا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ آپؓ بیان فرماتے ہیں:

''جب میں راولپنڈی میں آیا تو ہمارے مکان کے قریب ایک انگریز الیگزنڈر کی کوٹھی تھی، ایک شخص مجھ کو وہاں لے گیا۔ اس نے میزان الحق اور طریق الحیٰوۃ دو کتابیں بڑی خوبصورت چھپی ہوئی مجھ کو دیں، میں نے ان کو خوب پڑھا، میں بچہ ہی تھا لیکن قرآن کریم سے اس زمانہ میں بھی مجھ کو محبت تھی، مجھ کو وہ دونوں کتابیں بہت لچر معلوم ہوئیں، اس وقت ان کے روح القدس کو بھی نہیں جانتا تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے والے مباحثات میں کبھی عاجز نہیں ہوتے۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ: ۲۰۳)

خدا تعالیٰ کا آپؓ پر ایک بڑا انعام یہ بھی تھا کہ آپ کو قرآن کریم کے مشکل مقامات کا حل بتا دیا جاتا تھا۔ بعض مرتبہ خود خدا تعالیٰ اور بعض اوقات مختلف ذرائع سے آپ پر قرآن کریم کے معانی کھولے جاتے تھے۔ آپ اس امر کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ انبیاء رکوع نمبر ۷ کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ رکوع بڑا مشکل ہے۔ میرے لیے نہیں کیونکہ مجھ پر اللہ نے اس کے معنے کھول دیے ہیں۔ زیادہ تر تو لوگوں نے خود ہی اسے مغلق کر دیا۔''

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۹؍جون ۱۹۱۰ء

(حقائق الفرقان جلد ۳ ص ۱۳۵)

اسی طرح مسئلۂ ناسخ منسوخ جو علماء امت میں متفقہ طور پر مانا جاتا ہے، آپؓ کی سعید فطرت نے اس کو پسند نہ کیا کہ قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب کے کچھ حصے منسوخ قرار دیے جائیں۔ اس مسئلہ کے حل میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپؓ کی راہنمائی فرمائی۔ اس انعام الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

''مدینہ طیبہ میں ایک ترک کو مجھ سے بہت محبت تھی۔ اس نے کہا کہ اگر کوئی کتاب پسند ہو تو ہمارے کتب خانہ سے لے جایا کریں۔ گو ہمارا قانون نہیں ہے مگر آپ کے اس عشق و محبت کی وجہ سے جو آپ کو قرآن کریم سے ہے، آپ کو اجازت ہے۔ میں نے کہا کہ مسئلہ ناسخ و منسوخ کے متعلق کوئی کتاب دو۔ انہوں نے مجھے ایک کتاب دی جس میں چھ سو آیات منسوخ لکھی تھی۔ مجھے یہ بات پسند نہ آئی۔ ساری کتاب کو پڑھا اور مزا نہ آیا۔ میں اس کتاب کو واپس لے گیا اور کہا کہ میں جوان آدمی ہوں اور خدا کے فضل سے یہ چھ سو آیتیں یاد کر سکتا ہوں مگر مجھے یہ کتاب پسند نہیں۔ وہ بہت بوڑھے اور ماہر شخص تھے انہوں نے ایک اور کتاب دی جس کا نام اتقان تھا اور ایک مقام اس میں بتایا جہاں ناسخ و منسوخ کی بحث تھی۔ خوشی ایسی چیز ہے کہ میں نے فوز الکبیر کو جو بمبئی میں پچاس روپے کی خریدی تھی ابھی پڑھا بھی نہیں تھا۔ میں اتقان کو لایا اور پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا تھا کہ انیس آیتیں منسوخ ہیں۔ میں اس کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا اور میں نے سوچا کہ انیس یا بیس آیتوں کو تو فوراً یاد کر لونگا۔ گو مجھے خوشی بہت ہوئی مگر مجھ کو ایسا قلب اور علم دیا گیا تھا کہ پھر بھی وہ کتاب مجھ کو پسند نہ آئی۔ اب مجھ کو فوز الکبیر کا خیال آیا کہ اس کو بھی تو پڑھ کر دیکھیں۔ اس کو پڑھا تو اس کے مصنف نے لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو علم مجھے دیا ہے اس میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں۔ یہ پڑھ کر تو بہت ہی خوشی ہوئی، میں نے جب ان پانچ پر غور کی تو خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھ دی کہ یہ ناسخ و منسوخ کا جھگڑا ہی بے بنیاد ہے۔ کوئی چھ سو بتاتا ہے کوئی انیس یا اکیس اور کوئی پانچ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو صرف فہم کی بات ہے۔ **میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ قطعی فیصلہ کر لیا کہ ناسخ منسوخ کا معاملہ صرف بندوں کے فہم پر ہے۔** ان پانچ نے سب پر پانی پھیر دیا۔ یہ فہم جب مجھے دیا گیا تو اس کے بعد ایک زمانہ میں میں لاہور کے اسٹیشن پر شام کو اترا۔ بعض اسباب ایسے تھے کہ چینیا نوالی مسجد میں گیا۔ شام کی نماز کے لیے وضو کر رہا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھائی میاں علی محمد نے مجھ سے کہا کہ جب عمل قرآن مجید و حدیث پر ہوتا ہے تو ناسخ منسوخ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کچھ نہیں، وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ گو میر ناصر کے استاد تھے انہوں نے اپنے بھائی سے ذکر کیا ہوگا، یہ ان دنوں جوان تھے اور بڑا جوش تھا، میں نماز میں تھا اور وہ جوش سے ادھر ادھر ٹہلتے رہے۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کہا ادھر آؤ۔ تم نے میرے بھائی کو کہہ دیا کہ قرآن میں ناسخ منسوخ نہیں۔ میں نے کہا ہاں نہیں ہے۔ تب بڑے جوش سے کہا کہ تم نے ابو مسلم اصفہانی کی کتاب پڑھی ہے۔ وہ احمق بھی قائل نہ تھا۔ میں نے پھر کہا پھر تو ہم دو ہوگئے۔ پھر اس نے کہا کہ سید احمد کو جانتے ہو۔ مراد آباد میں صدر الصدور ہے۔ میں نے جواب کیا کہ میں رامپور لکھنؤ اور بھوپال کے عالموں کو جانتا ہوں ان کو نہیں جانتا۔ اس پر کہا کہ وہ بھی قائل نہیں۔ تب میں نے کہا کہ بہت اچھا پھر ہم اب تین ہوگئے۔ کہنے لگا کہ یہ سب بدعتی ہیں۔ امام شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ جو نسخ کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے۔ میں نے کہا کہ تم دو ہوگئے۔ میں ناسخ و منسوخ کا ایک آسان فیصلہ آپ کو بتاتا ہوں، تم کوئی آیت پڑھ دو جو منسوخ ہو۔ اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ ان پانچ آیتوں میں سے پڑھ دے تو کیا جواب دوں۔ خدا تعالیٰ ہی سمجھائے تو بات بنے، اس نے ایک آیت پڑھی، میں نے کہا کہ فلاں کتاب نے جس کے تم بھی قائل ہو، اس کا جواب دیا ہے۔ کہنے لگا ہاں، پھر میں نے کہا اور پڑھو تو خاموش ہی ہوگیا۔ علماء کو یہ وہم رہتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہتک ہو، اس لیے اس نے یہی غنیمت سمجھا کہ چپ رہے، اس کے بعد پھر بھیرہ میں ایک شخص نے نسخ کا مسئلہ پوچھا اور میں نے اپنے فہم کے مناسب جواب دیا اور کہا کہ پانچ کے متعلق میری تحقیق نہیں تو اس دوست نے کہا کہ آپ ان پانچ پر نظر ڈال لیں۔ میں نے تفسیر کبیر رازی میں بہ تفصیل ان مقامات کو دیکھا تو تین مقام خوب میری سمجھ میں آگئے اور دو سمجھ میں نہ آئے، تفسیر کبیر میں اتنا تو لکھا ہے کہ شدت اور خفت کا فرق ہوگیا ہے۔ پھر میں ایک مرتبہ ریل میں بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ جیسے بجلی کوند جاتی ہے، میں نے پڑھا کہ فلاں آیت منسوخ نہیں ہے۔ میں بڑا خوش ہوا کہ اب تو چار مل گئیں، صرف ایک رہ گئی۔ بڑی بڑی کتابوں کا تو کیا میں چھٹ بھیّوں کی بھی پڑھ لیتا ہوں۔ اس طرح پر ایک کتاب میں وہ پانچویں بھی مل گئی اور خدا کے فضل سے مسئلہ ناسخ و منسوخ حل ہوگیا۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ: ۱۲۲۔۱۲۴)

اسی طرح حروف مقطعات کے بارے میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم الٰہی میں سے حصہ ملا۔ خدا تعالیٰ کا آپ سے وعدہ تھا کہ دشمن اسلام کے مقابل پر آپ کو خود قرآن کا علم دے گا۔ حروف مقطعات کا علم بھی اس وعدے کے مطابق ایک دشمن اسلام کا جواب لکھتے ہوئے آپؓ کو دیا گیا۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں:

''کشمیر میں ایک مولوی عبدالقدوس صاحب رہتے تھے وہ بڑے بزرگ آدمی تھے اور میرے پیر بھائی بھی تھے کیونکہ وہ شاہ جی عبدالغنی صاحب کے مرید تھے اور میں بھی شاہ صاحب کا مرید تھا، ان کو مجھ سے خاص محبت تھی اور باوجود ضعف پیری کے میرے مکان پر ترمذی کا سبق پڑھنے آتے تھے، میں نے ایک رویاء دیکھا کہ ان کی گود میں کئی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں میں نے ایک جھپٹا مارا اور سب بچے اپنی گود میں لے کر وہاں سے چل دیا، رستہ میں میں نے ان بچوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا نام کٓھٰیٰعٓصٓ ہے۔ میں اپنے اس رؤیا کو بہت تعجب سے دیکھتا تھا۔ جب میں حضرت مرزا صاحب کا مرید ہوا تو میں نے ان سے اس خواب کا ذکر کیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپ کو اس کا علم دیا جائے گا اور وہ لڑکے فرشتے تھے۔ دھرم پال نے جب ''ترک اسلام'' کتاب لکھی تو اس سے بہت پہلے مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ ''**اگر کوئی شخص قرآن شریف کی کوئی آیت تجھ سے پوچھے اور وہ تجھ کو نہ آتی ہو اور پوچھنے والا منکر قرآن ہو تو ہم خود تم کو اس آیت کے متعلق علم دیں گے**'' جب دھرم پال کی کتاب آئی اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس کے جواب کی توفیق دی۔ حروف مقطعات کے متعلق اعتراض تک پہنچ کر ایک روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان میں نے صرف اتنا ہی خیال کیا کہ مولا! یہ منکر قرآن تو ہے، گو میرے سامنے نہیں، یہ مقطعات پر سوال کرتا ہے، اسی وقت یعنی دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا۔ جس کا ایک شمّہ میں نے رسالہ نور الدین میں مقطعات کے جواب میں لکھا ہے اور اس کو لکھ کر میں خود بھی حیران ہوگیا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ: ۱۷۲۔۱۷۳)

علاوہ ازیں حضرت علیؓ کے ذریعہ بھی آپ پر قرآن کریم کے بیش بہا معارف کھلے:

''......پھر حضرت علیؓ جن سے سچے روحانی علوم دنیا میں پہنچے، میں نے بھی خود بلا واسطہ حضرت علیؓ سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔''

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۷ جولائی ۱۹۱۰) (حقائق الفرقان جلد ۳ ص ۲۲۳)

اللہ تعالیٰ کے اس دیے ہوئے علم کی بدولت قرآن کریم کے نکات سمجھنے اور پھر ان پر عمل کرنے کی سعادت ملتی رہی اور اسی وجہ سے آپ نے کامیاب ترین زندگی گزاری۔ ایسے ہی ایک موقعہ کا ذکر اس طرح کیا:

''کئی لوگ آتے ہیں مجھے کہتے ہیں کوئی وظیفہ بتاؤ۔ ایک عامل نے بتایا کہ ﴿**مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ**﴾ (الطلاق: ۱۴) رٹا کرو۔ ہم اس نکتہ کو سمجھ گئے کہ یہ رٹنے کے لئے نہیں عمل کے لئے ہے۔ پھر اسے مجرب پایا۔ متقی بن جاؤ۔ خدا اپنی جناب سے رزق دے گا۔'' (ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۵ اگست ۱۹۰۹ء) (حقائق الفرقان جلد ۲ ص ۷۰)

آپ ایک مرتبہ کسی مشکل میں پھنس گئے، کسی نے مانگ لینے کا مشورہ دیا اور قرآن کریم میں مذکور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کشف کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ بھی مانگ لیں۔ آپ نے اسی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے اس تجویز کو رد کر دیا اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کا اظہار فرمایا۔ اس واقعہ کے تذکرے میں آپ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ مجھے بھی ایسا موقعہ پیش آیا۔ کسی نے مجھے کہا مانگ لو قرآن مجید میں ﴿**اِسْتَطْعَمَا**﴾ آیا ہے!

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

میں نے کہا انہیں کب مل گیا تھا۔“(تشحیذ الاذہان جلد۸نمبر ۹) (حقائق الفرقان جلد۳ ص ۳۰)

آپ حالات حاضرہ اور دیگر امور میں بھی قرآن کریم سے استنباط کیا کرتے اور بڑے بڑے مسائل کے حل،اعتراضات کے جوابات اور مباحث کے فیصلے قرآن کریم کی آیات سے ہی کر دیا کرتے تھے اور کسی دوسری کتاب کی طرف جانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔اس ضمن میں چند واقعات آپ کی زبانی پیش ہیں:

”نواب محسن الملک نے ایک لیکچر دیا،اس میں اسلامیوں کے تنزل کے اسباب بیان کئے ۔سید احمد خان نے اس کو بہت ہی پسند کیا وراس کتاب کو بڑی تعداد میں شائع کیا کہ ملک والے دیکھیں کہ اسباب تنزل کے یہ ہیں۔سید احمد خاں نے میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی ،میں نے اس پر ایک آیت لکھ دی کہ سوائے اس کے اور کوئی سبب تنزل نہیں ۔وہ یہ ہے : ﴿وَ قَالَ الرَّسُوۡلُ یٰا رَبِّ اِنَّ قَوۡمِیۡ اتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا﴾ (الفرقان: ۳۱)“۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ: ۲۵۸،۲۵۹)

”لاہور میں ایک شخص مولوی رحیم بخش چینیاں والی مسجد میں رہتے تھے ،انہوں نے اسلام کی پہلی ، دوسری ،تیسری وغیرہ بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ایک مرتبہ وہ بڑے زور شور کے ساتھ مجھ سے مباحثہ کرنے کے لیے آئے اور آتے ہی کہا کہ قرآن تو مجمل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے اور کس کتاب سے مدد لیں؟ میں نے کہا کہ قرآن مجمل ہے؟ کہا: ہاں ۔میں نے کہا خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے ﴿کِتَابًا مُفَصَّلًا﴾ آپ فرماتے ہیں مجمل ۔بس اٹھ کر چلے گئے اور کہا کہ ساری عمر آپ کے ساتھ مباحثہ نہ کروں گا ،چنانچہ پھر ساری عمر مجھ سے بحث نہیں کی۔“

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ:۲۵۷)

”ایک شیعہ میرے پاس ایک کتاب پانچ جلد کی لایا۔میں نے اس سے کہا کہ اس کی کیا قیمت ہے؟اس نے کہا اس کی یہ قیمت ہے کہ آپ اس کو ایک مرتبہ پڑھ جایئے۔میں نے اس کی خاطر سے اس کے ۷۵ صفحے پڑھے اور اس کتاب پر یہ آیت لکھ دی: ﴿فَالَّذِیۡنَ ھَاجَرُوۡا وَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِھِمۡ وَ اُوۡذُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَ قٰتَلُوۡا وَ قُتِلُوۡا لَاُکَفِّرَنَّ عَنۡھُمۡ سَیِّاٰتِھِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّھُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ ثَوَابًا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ﴾۔اس کتاب میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گنہگار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور اس تمام کوشش کا یہ آیت کافی جواب تھا۔“

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ: ۲۶۹۔۲۷۰)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ
☆ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

”ایک دفعہ میں ریل میں آتا تھا،ایک عیسائی مجھے ملا۔اس نے کہا اب تو اسلام کے مقابل میں ایسی کتاب لکھی گئی ہے کہ اسلام اس کے سامنے ہرگز نہ ٹھہرے گا۔میں نے کہا وہ ایسی کون سی کتاب ہے؟ کہنے لگا کہ اس کتاب کا نام تنقید القرآن ہے اور پادری عماد الدین نے لکھی ہے۔میں نے کہا اس کی کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ تنقید سناؤ۔اس نے کہا کہ قرآن نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ خاص قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے اور چونکہ نبی کریمؐ قریش مکہ میں سے تھے،دوسروں کی زبان نہیں بول سکتے تھے ۔اس کتاب میں یہی ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن میں فلاں لفظ فلاں زبان سے اور فلاں لفظ فلاں زبان سے آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاص قریش میں سے نہ تھے اور قرآن شریف بھی خاص قریش کی زبان میں نہیں ہے۔میں نے کہا، دیکھو میں بھیرہ کا رہنے والا پنجابی آدمی ہوں اور اردو بولتا ہوں تو کیا اس سے میرا پنجابی ہونا باطل ہوجائے گا؟اور پھر قرآن شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ خاص قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔اس پر وہ خاموش ہوکر سوچنے لگا اور کہا کہ آپ ہی بتائیں کہ آیا قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت ہے یا نہیں جس میں لکھا ہو کہ یہ قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے؟ میں نے کہا یہ نہیں لکھا بلکہ وہاں تو صرف یہ لکھا ہے: بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُبِیۡنٍ۔ یہ سن کر مجھ سے کہنے لگا کہ آپ نے اس کتاب کا ستیاناس ہی کردیا۔“

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ:۲۷۹۔۲۸۰)

آپؓ ہمہ وقت آیات قرآنیہ پر غور وفکر کرتے رہتے تھے اور دست با کار دل با یار کے مطابق روزمرہ کاموں کے دوران بھی کتاب یار پر تدبر ہوتا رہتا تھا۔ایک درس کے دوران ایک لڑکا پنکھا کررہا تھا کہ آپ نے اس کو روک دیا اور فرمایا:

”اس طرح سننے میں حرج ہوتا ہے،ایسی باتوں کا مجھے خیال تک نہیں ہوتا اور میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ خدا کے فضل سے تمہارے سلام کا،تمہارے نذر و نیاز کا، تمہاری تعظیم کا ہرگز محتاج نہیں۔میری تو یہ حالت ہے کہ میں جمعہ کے لیے نہا رہا تھا،نفس کا محاسبہ کرنے لگا اور اس خیال میں ایسا محو ہوا کہ بہت وقت گزر گیا آخر میری بیوی نے مجھے آواز دی کہ نماز کا وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔ وقت کا یہ حال اور ہم ہیں کہ ننگ دھڑنگ بیٹھے ہیں ﴿لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَ اِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِیۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡہُ یُحَاسِبۡکُمۡ بِہِ اللّٰہُ﴾ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔اگر میری بیوی مجھے یاد نہ دلاتی تو ممکن تھا اسی حالت میں شام ہوجاتی!“(الفضل ۲۵ جون ۱۹۱۳)(حقائق الفرقان جلد۱ ص ۴۳۸۔۴۳۹)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کریم نہ صرف یہ کہ خود پڑھتے ،غور فرماتے اور اس سے راہنمائی لیتے بلکہ اوروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ آپؓ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس یقین کامل پر قائم تھے کہ قرآن کریم کو پڑھنا اور سمجھنا سب کتب سے آسان ہے۔اس موضوع پر ایک غیر مسلم سے اپنے مکالمہ کا ذکر اس طرح فرمایا:

”میں ایک دفعہ لاہور میں تھا ایک بڑا انگریزی خوان اس کے ساتھ ایک اور بڑا انگریزی خوان نوجوان تھا ہم ٹھنڈی سڑک پر چل رہے تھے ۔اس نے مجھے کہا کہ قرآن کریم میں آتا ہے ﴿وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ﴾ مگر قرآن کہاں آسان ہے۔میں نے کہا آسان ہے۔ہم دوسری کتابوں کو جمع کرتے اور ان کی زبانوں کو سیکھتے ،تو پہلے ہمیں سب کتابوں کا ملنا مشکل اور پھر ان زبانوں کا سیکھنا مشکل اور پھر ان کو ایک زبان میں کرنا مشکل ۔پھر اس کی تفسیر کون کرتا۔ قرآن کریم نے دعویٰ کیا ہے ﴿فِیۡھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ﴾ (البینۃ: ۴) جو کتاب دنیا میں آئی اور جو اس میں نصیحتیں ہیں ان تمام کا جامع قرآن ہے ۔باوجود اس جامع ہونے کے ایک ایسی زبان میں ہے جو ہر ایک ملک میں بولی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں تین خوبیاں ہیں۔پہلی کتابوں کی غلطیوں کو الگ کرکے ان کے مفید حصہ کو عمدہ طور پر پیش کیا ہے ۔اور جو ضروریات موجودہ زمانہ کی تھیں ان کو اعلیٰ رنگ میں پیش کیا ۔اس کے سوا جتنے مضامین ہیں اللہ کی ہستی ،قیامت ،ملائکہ ،کتب، جزا سزا،اخلاق میں جو پیچیدہ مسئلے ہیں ان کو بیان کیا ہے۔“(الفضل ۱۰/ دسمبر ۱۹۱۳۔ حقائق الفرقان جلد۴ ص ۳۷۔۳۸)

احباب کو قرآن کریم کے آسان فہم اور جلد یاد ہونے کے بارے میں اپنے ایک امیر کا واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ:

”ایک امیر میرا مربی تھا ،اس کے دروازہ پر ایک یورپی شخص صبح کے وقت پہرہ دیا کرتا تھا،ایک دن وہ صبح کی نماز کو نکلے تو وہ خوش الحانی سے گا رہا تھا۔کہا:تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ جواب دیا کہ پہرہ دار ہوں ، انہوں نے کہا، اچھا تمہارا پہرہ دن میں دو گھنٹہ کا ہوتا ہے ہم تمہارا پہرہ پانچ وقت میں بدل دیتے ہیں تم تھوڑی تھوڑی دیر کے واسطے آجایا کرو اور نماز کے وقت میں پانچوں وقت اس کے وقت کو تقسیم کردیا اور اس وقت جاتے جاتے اس کو ﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ کے معنے سکھا دئے کہ میری واپسی پر یاد رکھنا۔ چنانچہ جب وہ نمازِ صبح پڑھ کر واپس آئے تو اس نے یاد کرلئے تھے۔ آکر اس کو رخصت دیدی۔ پھر الحمد شریف کے معنے بتادئے۔ غرض عشاء کی نماز تک اَلۡحَمۡد اور قُل کے معنے اس نے پورے یاد کرلئے، ایک دفعہ کچھ عرصہ کے بعد اس کا پہرہ پچھلی رات میرے مکان پر تھا۔میں نے سنا کہ وہ بارہویں پارہ کو پڑھ رہا تھا۔غرض دریافت پر کہا کہ تھوڑا تھوڑا کرکے بارہ سپارہ بامعنی یاد کرلیے ہیں۔ پس قرآن کا پڑھنا بہت آسان ہے۔“(الحکم :۲۴ دسمبر ۱۹۰۴۔حقائق الفرقان جلد۴ ص ۲۵۷۔۲۵۸)

آپ قرآن کریم پر عمل کرنے کے متعلق بھی ہمیشہ تلقین کرتے رہتے تھے اور آپ کی کتب،تقاریر، دروس اور خطوط میں جگہ جگہ اس نصیحت کا ذکر ملتا ہے۔ اس ضمن میں آپؓ نے نصیحت کرتے ہوئے اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان فرمایا کہ:

”میرا دل چاہتا ہے تمہارے معاملات دنیوی بالکل صاف ہوں اور تم خدا کے حکم کی تعمیل میں چھوٹے سے چھوٹا معاملہ بھی ہو تو اسے لکھ لو۔﴿فَاکۡتُبُوۡہُ صَغِیۡرًا اَوۡ کَبِیۡرًا﴾۔

ایک سفر میں چند بھائی میرے ساتھ تھے،وہ خرچ کرتے تھے۔میں نے کہا لکھ لو تو انہوں نے میری تحقیر کی اور کہا ہم بھائی بھائی ہیں تم ہم میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہو آخر ایک موقعہ پر جا کر وہ سخت لڑے۔ تب میری بات کی قدر معلوم ہوئی۔

تم لوگ جو یہاں رہتے ہو وہ دوسرے کے لئے نمونہ ہو۔پس تمہارا یہاں رہنا بڑا خطرناک ہے سنبھل کر رہو اور اپنے تئیں قرآن مجید کے سچے متبع بناؤ۔اللہ تم کو قرآن پر عمل کی توفیق دے۔“

(بدر ۱۷ ،اگست ۱۹۱۳)(حقائق الفرقان جلد۳ ص ۴)

ایک اور دلچسپ امر آپ کے عشق قرآن اور قرآن فہمی کا یہ بھی ہے کہ آپ نے قرآن کریم سے استنباط کرکے نئے طبی نسخے بنائے اور ان سے مریضوں کا کامیاب علاج کیا۔اس سلسلے میں آپ اپنا ایک تجربہ بیان فرماتے ہیں:

”جب میں جوان تھا، مجھے طب کا بھی شوق تھا۔ایک شخص میرے پاس آتشک زدہ آیا۔ مجھے خیال آیا کہ جَو بھون کر اس میں تھوہر کا دودھ جذب کرکے گولیاں بنائیں۔میں نے ﴿طَعَامُ الۡاَثِیۡمِ﴾ (یعنی گناہ گاروں کی غذا) سمجھ کر اس کو بھی وہ گولی دی۔اس نے اس کو بہت گھبرایا اور کہنے لگا میرے اندر تو آگ لگی گئی ہے۔پانی دو۔ پھر میں نے (اس آیت کا خیال کرکے) گرم پانی چند گھونٹ پلادیا،اس کو قے اور دست شروع ہوگئے مگر آتشک اچھا ہوگیا۔“

(بدر: ۱۵ مئی ۱۹۱۳)(حقائق الفرقان جلد۴ ص ۴۷)

نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ﴿خَیۡرُکُمۡ مَنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ وَ عَلَّمَہٗ﴾ پر عمل کرتے ہوئے آپ نہ صرف قرآن کریم پڑھتے بلکہ دوسروں کو خود پڑھانے کے لئے بھی آپ کے دل میں ایک غیر معمولی جوش تھا۔احمدیت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی آپ اس سلسلے کو جاری رکھے ہوئے تھے۔اس کا فیض نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو بھی ملتا تھا۔

جموں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا:

”وہاں بعض اوقات مجھے خاص خدمتگاروں میں بیٹھنے کا موقع ملتا تھا۔ایک دفعہ میں نے ان سے کہا آؤ ہم تمہیں قرآن سنائیں ۔وہ سب ہندو تھے ۔میں نے دو ایک روز انہیں قرآن سنایا۔ایک شخص جس کا نام رتی رام تھا اور وہ خزانہ کا افسر تھا اور افسر خزانہ کا بیٹا بھی تھا ۔اس نے عام مجلس میں کہا کہ دیکھو ان کو قرآن شریف سنانے سے روکو ورنہ میں مسلمان ہوجاؤں گا۔ قرآن شریف بڑی دلربا کتاب ہے اور اس کا مقابلہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور نورالدین کے سنانے کا انداز بھی بہت دلفریب اور دلربا ہے۔“

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ـ:۱۷۳۔۱۷۴)

ایک دن درس القرآن کے لیے تشریف لائے اور فرمایا:

”......میری طبیعت تو ضعیف ہے مگر دل میں آیا کہ زندگی کا بھروسہ نہیں معلوم نہیں کہ کسی وقت موت آجاوے، کچھ قرآن سنا دیا جاوے تو اچھا ہے۔فرمایا۔ آج مجھے بہت جوش ہوا کہ درس قرآن سننے والوں کے واسطے خصوصیت سے دعا کروں ۔پس جو اس وقت

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ منعقدہ

مجلس سوال و جواب

بتاریخ ۳۰/مارچ ۱۹۸۶ء

(دوسری قسط)

قسط نمبر ایک کے لئے دیکھیں الفضل انٹرنیشنل ۹/جنوری ۲۰۰۴ء جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۲

سوال: غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق احمدیوں کی کیا رائے ہے ۔ وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟

اس سلسلہ میں غیر احمدی سائل کو جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

’علماء نے ایسے سوال احمدیت کے خلاف سکھائے ہیں جو جذباتی نوعیت کے ہیں، واقعاتی نہیں ہیں ۔اس کی وجہ سوائے اس کے کہ آپ کو متنفّر کیا جائے اور کوئی نہیں ہے ۔مثلاً ایک سوال یہ ہے کہ غیر احمدی لوگوں کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے کیا وہ احمدیت کے مطابق مسلمان ہیں یا نہیں۔

امر واقع یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ دینے میں مولویوں نے پہل کی ہے ۔ سارے ہندوستان کے مسلمان علماء کفر کا فتویٰ دیتے چلے گئے یہاں تک کہ مکّہ اور مدینہ پہنچے وہاں سے بھی فتوے لے آئے اور بارہ سال تک حضرت مسیح موعودؑ نے بھی صبر کیا اور نصیحت بھی کی اور یہ فرمایا کہ حضرت اقدس رسول اکرم ﷺ کا فتویٰ ہے کہ اگر تم مسلمان کی تکفیر سے باز نہیں آؤ گے تو یہ تکفیر تم پر الٹ جائے گی۔ اس لئے میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں ۔اور جب وہ باز نہیں آئے پھر آپ نے اعلان کیا کہ اب میں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص مجھے کافر سمجھتا ہے آنحضرت ﷺ کے فیصلے کے مطابق اب میں مجبور ہوں یہ کہنے پر کہ تمہاری تکفیر تم پر الٹ گئی۔ پہلی دفعہ جماعت احمدیہ کی طرف سے تکفیر کا اعلان اس وقت ہوا ہے اور اس بنیاد پر ہوا ہے اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو شخص میرے متعلق اعلان کرتا ہے کہ مرزا صاحب کافر نہیں ہیں وہ مسلمان ہے ،وہ کافر نہیں بنتا ۔آج بھی یہی اعلان ہے۔ اس لئے ایک موقف ہمارا تو یہ اس طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔

دوسرا ایک بڑا نمایاں فرق ہے ۔جب آپ ہمیں کافر کہتے ہیں اور سارے مسلمان کافر کہہ رہے ہیں تو آپ ہمیں حضرت محمد ﷺ کا کافر کہہ رہے ہیں جو واقعہ کے خلاف ہے ۔ہم کہتے ہیں ہم آنحضرت ﷺ پر دل و جان سے ایمان لاتے ہیں ۔آپ کے دین کے عاشق، آپ کے ادنیٰ غلام ،قرآن کریم کے تابع ،سنّت کے تابع ، دعویٰ ہمارا یہ ہے ۔آپ کہتے ہیں’:نہیں جھوٹ بولتے ہو،تم آنحضرت ﷺ کے کافر ہو‘۔اس لئے ہمارے دعویٰ کے خلاف آپ بات کر رہے ہیں‘ یہ انصاف نہیں ہے۔

ہم جن معنوں میں آپ کو کافر کہتے ہیں ،آپ کے دعویٰ کے مطابق کہتے ہیں ۔اس لئے آپ کو شکوہ کس بات کا ہے ۔ہم کہتے ہیں: آپ امام مہدی کے کافر ہیں ۔اب آپ بتایئے کہ ہمارے لئے اور معقول راستہ کون سا ہے ۔جس کو ہم نے امام مہدی مانا یا تو ہم جھوٹ بول رہے ہیں یا سچ بول رہے ہیں ۔تیسری تو شکل ہی کوئی نہیں ۔ہم نے سچّا سمجھ کے مانا ہے اس میں تو کوئی شک نہیں ورنہ اتنی مصیبتیں کیوں اٹھاتے اس راستے میں ۔ پاکستان میں جو ہم سے ہو رہا ہے وہ کوئی جھوٹی قوم تو برداشت نہیں کرسکتی ۔ہم نے یقیناً سچا سمجھ کے مانا ہے ۔تو جو امام مہدی کو سمجھتا ہے کہ امام مہدی آ گیا اور سچّا ہے اس کے منکر کو وہ امام مہدی کا منکر نہ کہے تو کیا کہے گا ۔کیا اس کے سوا تیسری کوئی صورت ہے ہمارے لئے؟۔

ایک دفعہ ہمارے محی الدین صاحب قصوری (مولانا محی الدین فوت ہو چکے ہیں) بڑے شریف النفس انسان تھے ،محبت اور تعلق بھی رکھتے تھے ۔ انہوں نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ مرزا صاحب آپ مجھے صاف بتائیں کہ آپ ہمیں کیا سمجھتے ہیں ۔میں نے کہا آپ مجھے پہلے ایک بات کا جواب دیں ۔میں وعدہ کرتا ہوں میں آپ کو صاف صاف بتاؤں گا ۔ کہتے: کیا؟ میں نے کہا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نزدیک تو امام مہدی نہیں آیا ۔جب امام مہدی آجائے گا تو جو شخص امام مہدی کو جھوٹا کہے گا آپ اس کو کیا کہیں گے؟ کہتے: میں تو کافر کہوں گا ۔تو میں نے کہا: پھر مجھ سے وہ توقع کیوں نہیں رکھتے ۔آپ تو اتنے مرد مومن ہیں کہ امام مہدی کے کافر کو کافر کہتے ہیں اور مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں جس کو امام مہدی سمجھتا ہوں اس کے کافر کو مومن کہوں ۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ اس لئے بحث یہ ہے کہ ہم آپ کے دعویٰ کے خلاف نہیں کہتے ۔اگر ہم غلط ہیں تو آپ کو فخر کرنا چاہیے کہ ہمیں ایک جھوٹے کا کافر کہا گیا ہے ۔پھر تو غصّے کی بات ہی نہیں۔

سائل نے اس پر کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کسی نہ ماننے والے کو یہ بات نہیں کہی۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا: قرآن کریم تو بھرا پڑا ہے ۔آنحضرت ﷺ کے منکر کو کافر، کافر، کافر اتنا کہا گیا ہے کہ دنیا کی کسی کتاب میں نہیں کہا گیا ۔قرآن کریم آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ حکم دیتا ہے: (اے محمدؐ) ’کہہ اے کافرو! کوئی اس سے بہتر کیا مثال ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے کہتا ہے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اے محمد ﷺ اعلان کر ان کو اس طرح مخاطب کر کے کہ: اے کافرو!‘۔ اب رسول اللہ ﷺ کہتے تھے کہ نہیں کافر ۔کیا آپ قرآن کا انکار کرتے تھے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔

❁❁..........❁❁

سوال: کیا مسلمان ہونے کے لئے کلمہ طیّبہ پڑھنا کافی نہیں ہے اور کیا کلمہ طیّبہ کے علاوہ مرزا صاحب پر ایمان لانا بھی ضروری ہے ۔؟

جواب: حضور رحمہ اللہ نے فرمایا ۔کلمہ طیّبہ پڑھ کر انسان مسلمان ہو جاتا ہے ۔آپ کو مجھ سے اتفاق ہے اس بات پر ۔لیکن اگر ملائکہ کا انکار کر دے تو پھر بھی مسلمان رہے گا؟ اگر ایک نبی کا بھی انکار کر دے پھر بھی مسلمان رہے گا؟ ؟بتایئے!

دیکھیں Sloganism سے مسئلے حل نہیں ہوتے ۔ جو دینی معاملات ہیں ان کا معاملہ فہم سے حل کرنا چاہئے ،غور سے معاملہ حل کرنا چاہیے ۔کلمہ طیّبہ کے بعد انسان مسلمان ہو جاتا ہے، لیکن ایمان کی جتنی شرائط ہیں ان کو پورا کرنا ضروری ہے ۔کلمہ طیّبہ پڑھنے کے باوجود اگر کوئی شخص ﴿اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ۔ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کا یا ان کے اجزا میں سے کسی ایک جز کا بھی انکار کر دے تو سارے مسلمان علماء کا متفقہ عقیدہ ہے کہ وہ سچّا مسلمان نہیں کہلا سکتا ۔اس لئے اسلام دون الاسلام کے مسئل شروع سے ہی چلے آ رہے ہیں ۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کا موقف ہے وہ بڑا واضح ہے کہ جو شخص کلمہ طیّبہ پڑھتا ہے اس کو ہم غیر مسلم نہیں کہہ سکتے ۔سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔لیکن اگر ہم اس سے اتر کر ان چیزوں میں سے کسی کا انکار کریں تو کفر کی کوئی نہ کوئی چیز اس میں ثابت ہو جائے گی اس کے باوجود ہم اسے غیر مسلم نہیں کہیں گے ۔ جو شخص کلمہ طیّبہ کا اقرار کر لے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں آج تک کبھی کسی احمدی نے اس کو غیر مسلم نہیں کہا ۔حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں وہاں فرق ہے ۔ایک ہے اصطلاح کافر کہنے کی ایک ہے غیر مسلم ۔ان دونوں اصطلاحوں میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔اس لئے مسلمان علماء بھی اگر چہ ایک دوسرے کو کافر سارے ہی کہتے آئے ہیں ،آج تک کہتے ہیں ،مگر غیر مسلم نہیں کہتے ۔کیا وجہ ہے کیوں نہیں کہتے تھے ۔اس لئے کہ ان کو علم تھا کہ جو پہلے علماء گزرے ہیں وہ سطحی علم رکھنے والے لوگ نہیں تھے ۔وہ بزرگ تھے اولیاء اللہ تھے ۔غلطیاں ان سے ہوئیں لیکن اسلام کی بنیادوں کو سمجھتے تھے۔

قرآن کریم نے کافر کہنے اور غیر مسلم کہنے میں ایک نمایاں فرق کیا ہے ۔قرآن کریم آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ یہ اعرابی لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا﴾ تو ان سے کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے ۔ ایمان لانا تو درکنار ﴿لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ان کے دلوں میں ایمان نے جھانک کے بھی نہیں دیکھا ۔ سرے سے ایمان ہے ہی نہیں ۔اس کے باوجود تم ان کو کہہ دو کہ تمہیں اپنے آپ کو مسلمان کہنے کا میں حق دیتا ہوں ۔تم کہتے رہو ﴿اَسْلَمْنَا﴾ ٹھیک ہے بے شک کہتے رہو ۔پس یہ عظیم الشان مذہب ہے اسلام کا جو ہر پہلو پر حاوی ہے۔

جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں مسلمان ہوں ،قرآن اور سنّت سے ثابت ہے اس کو غیر مسلم کہنے کا کوئی حق نہیں ۔اسلام میں رہتے ہوئے کفر کی کوئی بات کہے تو اس کو دون الاسلام کافر کہنے کا حق ہے ۔اس کی سند قرآن سے بھی ملتی ہے اور حدیث سے بھی ملتی ہے ۔ میں آپ کو وضاحت کر کے بتاتا ہوں ۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ایک مسلمان جب چوری کرتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے اور مسلمان بھی کہا اس کو ۔ایک مسلمان جب زنا کرتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے ۔اسی اصول کے پیش نظر مسلمان علماء ہمیشہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے دیتے رہے مگر غیر مسلم نہیں کہا ۔وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت ہی نہیں دی شروع سے ۔قرآن آپؐ پر نازل ہوا تھا نہ کہ کسی اور پر ہوا ہے ۔قرآن کا مفہوم آپؐ بہتر سمجھتے تھے اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ فلاں کافر ہو گیا فلاں کافر ہو گیا اپنی جگہ ۔لیکن اس کے باوجود ایک موقعہ پر جبکہ جنگ میں ایک صحابی نے ایک دشمن کو زیر کیا جب وہ اسے قتل کرنے لگا تو دشمن نے منّت کی کہ دیکھو میں مسلمان ہوتا ہوں میں کلمہ پڑھتا ہوں تم چھوڑ دو مجھے اور کلمہ پڑھا اس نے ۔اس نے اس کے باوجود قتل کر دیا ۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے بڑے فخر سے عرض کیا کہ اس طرح مقابلہ ہوا میں نے اسے زیر کیا اور اس نے آخر پر ڈر کے مارے کہہ دیا میں کلمہ پڑھتا ہوں، میں نے کہا اب تو میں نہیں چھوڑ سکتا تم ڈر گئے ہو اور قتل کر دیا ۔وہ یہ روایت کرتے ہیں ہیں کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں آنحضرت ﷺ کو اتنا ناراض نہیں دیکھا جتنا اس دن وہ مجھ پر ناراض ہوئے ۔اور ایک روایت میں آتا ہے آپ بار بار یہ کہتے تھے کہ قیامت کے دن جب وہ کلمہ تمہارے خلاف گواہی دے گا تو تم کیا جواب دو گے ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم نیاس کا دل پھاڑ کے کیوں نہ دیکھ لیا کہ وہ منہ سے کہتا تھا یا دل سے کہتا تھا ۔اس لئے جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے یا کلمہ پڑھ لے ۔اس کو غیر مسلم کہنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے ۔نہ جماعت احمدیہ کو ہے نہ کسی اور جماعت کو ہے۔

اس لئے ہم آپ کے اقرار کے خلاف کبھی کوئی فتویٰ نہ دیتے ہیں نہ آج تک کبھی دیا ہے ۔ہم کہتے ہیں آپ مسلمان ہیں ۔لیکن مسلمان رہتے ہوئے امام مہدی کا آپ نے انکار کیا ،جس کو ہم امام مہدی سمجھتے ہیں اس لئے امام مہدی کے منکر پر وہی فتویٰ ہے جو آپ کے علماء کا فتویٰ ہے متفقہ فتویٰ ہے۔

امام مہدی کی ضرورت کیا ہے؟ سوال یہ ہے کہ اگر امام مہدی آئے گا تو آپ کو غور کرنا چاہئے کہ آئے گا کس کام کے لئے ۔ایک طرف خدا اس کو مقرر کرے چودہ سو سال انتظار کو ہو گئے ہیں ۔آپ کے نزدیک ابھی نہیں آیا ۔کل آجائے فرض کریں تو دوسری طرف انکار کی اجازت دیدے ۔عقل کے خلاف بات ہے ، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ عظیم الشان دینی تحریک کی خاطر خدا تعالیٰ کسی کو امام بنائے اور ماننے والوں سے کہہ دے کہ تم اس کا بے شک انکار کرو فرق ہی کوئی نہیں پڑتا ۔اس لئے ہماری پوزیشن ایک مجبوری کی پوزیشن ہے یا ہم جھوٹے ہیں کہ ہم ان کو سچا امام مہدی سمجھ رہے ہیں ۔ جب ہم سچا سمجھتے ہیں تو ہمارے پاس چارہ ہی کوئی نہیں کہ جس کو ہم امام مہدی کہتے ہیں جو اس کا منکر ہے ہم اسے امام مہدی کا کافر کہیں گے لیکن غیر مسلم نہیں کہیں گے ۔آپ ہمیں غیر مسلم کہتے ہیں ۔ یہ زیادتی ہے اس کی قرآن اجازت نہیں دیتا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت خالدؓ بن سعید

حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص بن امیہ کا اسلام لانے والوں میں پانچواں نمبر ہے۔ آپ کے ایمان لانے کا سبب ایک خواب بنی جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ آگ کے ایک بہت بڑے کنارے پر کھڑے ہیں اور آپ کے والد آپ کو اُس میں پھینکنے کی کوشش کر رہے ہیں تب آنحضور ﷺ آپ کو کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے بچا لیتے ہیں۔ صبح آپ نے یہ خواب حضرت ابوبکرؓ سے بیان کی اور اُن کے مشورہ پر آپ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مختصر سی معلومات حاصل کرکے اسلام قبول کرلیا۔

اسلام لانے کے بعد حضرت خالدؓ اپنے والد کے خوف سے چھپ گئے۔ آپؓ کے والد کو آپؓ کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اُس نے اپنے دوسرے بیٹوں کو آپؓ کی تلاش میں بھیجا۔ وہ ڈھونڈ کر لائے تو آپؓ کو خوب مارا پیٹا گیا پھر آپ کا نان نفقہ بند کردیا۔ اُس کا شمار مکہ کے روساء میں ہوتا تھا اور وہ اسلام کا شدید مخالف تھا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا تو اُس نے قسم کھائی کہ دوبارہ صحت پاکر وہ مکہ میں آنحضور ﷺ کے معبود کی عبادت نہیں ہونے دے گا۔ آپؓ نے یہ سنا تو دعا کی کہ خدا اِسے شفا نہ دینا۔ چنانچہ وہ اسی بیماری میں مر گیا۔

حضرت خالدؓ بن سعید اور آپؓ کی زوجہ امیمہؓ بنت خالد الخزاعیہ نے حبشہ کی طرف ہونے والی دوسری ہجرت میں حصہ لیا۔ وہاں آپؓ کے ہاں ایک بیٹے سعید بن خالد اور ایک بیٹی کی پیدائش ہوئی۔ آپؓ کے ساتھ آپکے بھائی عمروؓ بن سعید نے بھی ہجرت کی تھی۔ فتح خیبر کے بعد دونوں بھائی آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دونوں بھائیوں کو خیبر کے غنائم میں سے حصہ دیا۔ پھر حضرت خالدؓ نے آنحضور ﷺ کے ساتھ عمرۃ القصاء، فتح مکہ، حنین، تبوک اور طائف کے غزوات میں شرکت کی۔ آنحضور ﷺ نے آپؓ کو یمن کی طرف عامل بناکر بھیجا۔ جب آنحضور ﷺ کی وفات ہوئی تو آپؓ اس وقت یمن میں ہی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ کو شام کی طرف بھیجے جانے والے لشکروں میں سے ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں ہی آپؓ "مرج صفر" میں شہید ہوئے۔

حضرت خالدؓ بن سعید کے بارہ میں مکرم فرید احمد صاحب کا ایک مختصر مضمون ماہنامہ "خالد" ربوہ اگست ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت ہے۔

محترم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۵/اگست ۲۰۰۳ء میں محترم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب کی وفات کی خبر شائع ہوئی ہے۔ آپ ۱۰/اگست ۲۰۰۳ء کو بعمر ۹۲ سال سرگودھا میں انتقال فرماگئے اور اگلے روز بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں تدفین عمل میں آئی۔

محترم شاہ صاحب ۲/دسمبر ۱۹۱۱ء کو گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں محترم سید حیات شاہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ بہت غربت اور مشکلات میں بچپن گزرا۔ ۱۹۲۷ء میں مڈل پاس کیا۔ اسی سال قادیان جاکر مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ ۱۹۳۴ء میں مولوی فاضل کیا۔ کچھ عرصہ پرائیویٹ ملازمت کی۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۱ء تک ادارہ الفضل میں ملازم رہے اور مئی ۱۹۴۲ء سے بطور مربی سلسلہ خدمت کا آغاز کیا۔ آپ نے پاکستان کے متعدد شہروں میں خدمات سرانجام دیں۔ پھر نائب ناظر اصلاح وارشاد مقامی اور ۱۹۸۳ء میں نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ مقرر ہوئے۔ دسمبر ۱۹۹۷ء تک آپ خدمت کی سعادت پاتے رہے۔

آپ جماعتی علم کلام اور موازنہ مذاہب کا گہرا علم رکھتے تھے۔ ابتداء سے مناظروں کے ذریعہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اخبارات ورسائل میں آپکے پانچ سو سے زائد مضامین شائع ہوئے۔ تین درجن سے زائد کتب اور رسائل آپ نے تصنیف کئے۔ قرآن کریم سے خصوصی شغف تھا اور روزانہ ایک پارہ تلاوت کرتے تھے۔ ربوہ میں رمضان المبارک میں پندرہ سال تک درس القرآن دیا۔ آپ ایک عارف باللہ، دعاگو اور عالم باعمل بزرگ تھے جن کی ساری زندگی درس و تدریس اور خدمت دین میں گزری۔

آپ کا نکاح ۱۳/جنوری ۱۹۳۶ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے مکرمہ سیدہ صالحہ بانو صاحبہ دختر مکرم سید امیر حسن صاحب بریلوی کے ہمراہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۷ بیٹیاں اور ۲ بیٹے عطا فرمائے۔

اعزاز

☆ مکرم پروفیسر ڈاکٹر صابرالدین صدیقی صاحب کو روس کا بین الاقوامی اعزاز "پشکن میڈل" دیا گیا ہے۔ یہ روس کا سب سے بڑا اعزاز ہے جو روس سے باہر روسی زبان وادب کی خدمت کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے جواہر لعل نہرو یونیورسٹی نئی دلّی سے روسی زبان میں ایم۔اے کرکے ماسکو (روس) سے Ph.D. کی ڈگری حاصل کی۔ آپ اس وقت روڑکی یونیورسٹی (بھارت) میں پروفیسر اور Deptt of Humanities & Social Science کے صدر ہیں۔ اس سے قبل "سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ" اور "اردو اکیڈمی یوپی ایوارڈ" سے بھی نوازے جاچکے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر ۱۹۸۵ء میں لندن تشریف لاکر روسی ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں قابل قدر خدمت کی توفیق بھی پاچکے ہیں۔ روڑکی میں مقامی جماعت کے صدر بھی ہیں۔

☆ مکرم عبدالکریم قدسی صاحب کی پنجابی منظوم کتاب "سردل" کو پاکستان رائٹرز گلڈ کی طرف سے ۲۰۰۱ء کی بہترین کتاب کا ایوارڈ دیا گیا۔

☆ مکرمہ عائشہ مریم صاحبہ نے M.Sc. جغرافیہ میں پنجاب یونیورسٹی پاکستان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

☆ مکرمہ امۃ الاعلیٰ خان صاحبہ آف کینیڈا نے مدرسۃ الحفظ ربوہ سے ایک سال، چار ماہ اور دو دن کی ریکارڈ مدت میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

☆ مکرمہ سدرہ سیف صاحبہ نے B.Sc کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی (پاکستان) میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔

☆ پشاور (پاکستان) میں منعقد ہونے والی نیشنل سوئمنگ چیمپئن شپ ۲۰۰۳ء میں نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کے مکرم نوید احمد طاہر صاحب نے ایک طلائی اور ایک نقرئی تمغہ حاصل کیا ہے، مکرم مبشر احمد باجوہ صاحب نے ایک طلائی اور ایک کانسی کا تمغہ جبکہ مکرم طاہر احمد ملک صاحب نے ایک طلائی تمغہ جیتا ہے۔

الکندی

ماہنامہ "خالد" اگست ۲۰۰۳ء میں مسلمان عرب فلسفی ابویوسف یعقوب ابن اسحٰق الکندی کے بارہ میں ایک مضمون مکرم عبدالکبیر قمر صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

الکندی کو مشرق و مغرب کے علماء نے علم طب، فلسفہ، حساب، منطق، موسیقی، ہندسہ، نجوم، علم مرئیات اور طبائع اعداد میں مہارت تامہ رکھنے والا نامور عالم قرار دیا ہے۔ اگرچہ الکندی کی زندگی کے حالات ناپید ہیں تاہم اُس کے اقوال اور زمانہ کے حالات پر غور کرنے سے کچھ علم ہوسکتا ہے۔ تحقیق کے مطابق الکندی کی جائے پیدائش کوفہ ہے جہاں آپ کے والد تین خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں امیر رہے چنانچہ الکندی نے بھی تینوں خلفائے عباسیہ مامون، معتصم اور متوکل کے زیر سایہ زندگی گزاری۔ الکندی نے بصرہ اور بغداد میں بھی تعلیم حاصل کی۔ خلفاء اور علماء کی مصاحبت میں آپ نے بہت علمی ترقی کی اور دربار میں خاص مقام حاصل کرلیا۔ یونانی اور سریانی زبانوں میں بھی مہارت حاصل کی اور ترجمہ کا کام بھی کرتے رہے۔ عملاً آپ نے اپنی زندگی کو ارسطو کی تعلیمات کی ترویج کے لئے وقف کردیا تھا۔ اگرچہ یونانی فلسفہ سے جو ذہنی آزادی اُن میں پیدا ہوئی اُس کی وجہ سے اُن پر الحاد کا الزام بھی لگا اور متوکّل نے آپ کی تمام کتابیں بھی چھین لیں لیکن اس طرح آپ کے مقام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ تاریخ دان آپ کو پہلا مسلمان فلسفی بھی قرار دیتے ہیں۔ آپ کی وفات قریباً ۸۷۳ء (۲۵۸ھ) میں ہوئی۔

الکندی کی زیادہ کتب فلسفہ پر ہیں لیکن جو کتب دستیاب ہوچکی ہیں ان میں فلسفہ (۲۲)، نجوم (۱۹)، ہیئت (۱۶)، علم مناظرہ (۱۷)، حساب (۱۱)، ہندسہ (۲۳)، طب (۲۲)، طبیعات (۱۲)، موسیقی (۷)، نفس (۵)، منطق (۹) شامل ہیں۔ آپ نے عقلیات کو پیش نظر رکھا ہے اور دینی مسائل سے بہت کم بحث کی ہے۔ آپ نے مترجم کی حیثیت سے بھی اپنا لوہا منوایا ہے اور کئی کتب کی شرح بھی لکھی ہے۔ آپ کے بعض اقوال درج ذیل ہیں:

☆ طبیب کو چاہئے کہ وہ خداتعالیٰ سے ڈرتا رہے اور مریض کی جان کو خطرہ میں نہ ڈالے کیونکہ اس کا کوئی بدل ممکن نہیں۔

☆ گانا سننے کی وجہ سے انسان آپے سے باہر ہوجاتا ہے اور بے دریغ پیسہ صرف کرکے مفلس اور قلاش ہوجاتا ہے۔

☆ عاقل ہمیشہ اپنی علمیت کو محدود سمجھتا ہے اس لئے تواضع اختیار کرتا ہے اور جاہل خود کو تمام علوم کا مخزن جانتا ہے اس وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳/جولائی ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم محمد سلیم اختر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

اک سیلِ رواں تھا اشکوں کا ، باضبط نگاہوں کی جانب
نمناک سی آنکھوں کے پیچھے ، اندوہ والم کا طوفاں تھا
گزریں جو اماوس کی گھڑیاں اِک چاند افق میں دَر آیا
اس چاند سے دل مسرور ہوئے ، ہر فرد کا چہرہ شاداں تھا

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴/جولائی ۲۰۰۳ء کی زینت مکرم عبدالمنان ناہید صاحب کی ایک طویل خوبصورت نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

جانے والے! تری رفاقت کا
ہم نے ہر رنگ میں مزا پایا
وہ جو سایہ سروں پہ تھا تیرا
ہم نے ہم پایۂ ہما پایا
دہریت کے بسیط عالم میں
ہم نے تجھ کو خدا نما پایا
علم و عرفان کی فضاؤں میں
تجھ کو بالائے ہر فضا پایا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 11 Friday, January 16, 2004 Issue No. 03

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ مخلوق سے سچی ہمدردی اور انسانیت کی خدمت کریں

تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے۔ عفو اور درگزر کی عادت ڈالو اور صبر و حلم سے کام لو

ایران میں آنے والے زلزلہ سے متاثرین کے لئے دعاؤں اور مالی امداد کی تحریک

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۳ء کے موقع پر اختتامی خطاب)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۲۸/دسمبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار مسجد فضل لندن میں جلسہ سالانہ قادیان کے لئے اختتامی خطاب فرمایا جس میں آپ نے دینی تعلیم کے اعلیٰ نمونے اور حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت احمدیہ کے لئے توقعات بیان فرمائیں۔ حضور انور کا یہ خطاب مسلم ٹیلیویژن احمدیہ انٹرنیشنل نے براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا اور ساتھ ہی متعدد زبانوں میں رواں ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان کا ۱۱۲واں جلسہ سالانہ اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے اور میرے اس خطاب کے بعد اس کا اختتام ہوگا۔ رپورٹس کے مطابق اس جلسہ سالانہ میں احمدیوں کے علاوہ بہت سے دوسرے دوست بھی شامل ہوئے ہیں۔ اور اب تک ۳۲، ۳۳ہزار افراد اس میں شامل ہیں اور تعداد بڑھ رہی ہے۔ آج کے خطاب کے لئے مَیں نے اسلامی تعلیم کے اعلیٰ نمونے اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جماعت سے توقعات کا موضوع چنا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے جس خوبصورت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کیا اس میں چھوٹے سے چھوٹے خلق کو بھی تفصیل سے بیان کیا، غیروں سے بھی اعلیٰ اخلاق دکھانے کے سلیقے بتائے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طریقے سکھائے گویا کوئی پہلو ایسا نہیں جو آنحضرت ﷺ نے خالی چھوڑا ہو۔ پھر آپ نے صرف تعلیم ہی نہیں دی بلکہ اپنے عمل سے اس خوبصورت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپؐ کے صحابہؓ نے اس حسین تعلیم کو اپناتے ہوئے اپنے اندر ایسی زبردست تبدیلیاں پیدا کیں کہ جو انسانی تصور سے باہر ہیں۔ آہستہ آہستہ لوگوں نے اس تعلیم کو بھلا دیا اور دنیاداری غالب آنے لگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق مسیح موعود کو مبعوث فرمایا اور آپ نے پھر اس خوبصورت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور ثابت کیا کہ دین اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو قیامت تک زندہ رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس خوبصورت تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے سچی ہمدردی اور اس کی خدمت کرو۔

حضور انور نے فرمایا کہ جس مذہب کا خلاصہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور انسانیت کی خدمت کرو، اس کے ماننے والوں سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مذہب کے نام پر جنگیں کریں گے جیسا کہ آج کل الزام لگایا جاتا ہے۔ اسلام نرمی، پیار، محبت اور رواداری کا مذہب ہے۔ وہ تو تمام مذاہب کے انبیاء اور ان کے ماننے والوں کی بھی عزت و احترام کرتا ہے۔ حضور انور نے اسلام میں آزادئ مذہب اور رواداری کے اعلیٰ معیار کے حوالے سے احادیث نبویؐ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پیش فرمائے۔ اور فرمایا کہ اب میں حضرت اقدس مسیح موعود کی توقعات آپ ہی کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ ہر احمدی کی کوشش ہونی چاہئے کہ ان پر عمل کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اے دوستو! اس اصول کو محکم پکڑو ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر ہماری جماعت میں سے کوئی مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کرے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کی رو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں کہ سختی کے مقابل سختی سے کوئی فساد پیدا کرے۔ یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کردی اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو ان پر عمل نہ کرے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کوئی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہے تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو اور چاہئے کہ شریروں اور بدچلنوں کا ہرگز تمہاری مجلس سے گزر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کیونکہ کسی وقت بھی وہ تمہارے لئے ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔ یہ وہ امور ہیں جو مَیں ابتداء سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہئے کہ عفو اور درگزر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو۔

تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ نصیحت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شے ہے کہ اگر انسان اسے چھوڑ دے اور اس سے دور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اسی وقت تک انسان ہے جب تک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروّت، سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ہے وہ خوبصورت تعلیم جو حضرت مسیح موعودؑ ہمیں دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نصائح پر عمل کرنے والا بنائے۔ ہمیں صحیح معنوں میں عبادالرحمٰن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم میں سے ہر ایک ہر وقت خدمت خلق اور خدمت انسانیت کے لئے تیار ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو انسانی زندگی کی اہمیت کا احساس دلائے اور دنیا میں امن، سلامتی اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو۔

حضور انور نے بتایا کہ جلسہ سالانہ قادیان میں جو لوگ موجود ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جلسے کی برکات سے فیضیاب فرمائے اور ان تین دنوں میں دیار مسیح میں پہنچ کر جن روحانی فیوض سے ان سب نے فیض حاصل کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں میں بھی یہ فیض ہمیشہ جاری رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کے لئے دعاؤں کا وارث بنائے اور آپ سب کو احمدیت کی پیاری اور امن پسند تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور نے خطاب کے آخر پر ایران میں آنے والے حالیہ زلزلہ سے متاثرین کے لئے دعاؤں اور مالی امداد کی تحریک فرمائی کہ اپنے اپنے ملک میں جماعتی نظام کے ذریعہ حتی الوسع مالی امداد کریں۔

اس کے بعد حضور انور نے اختتامی دعا کروائی جس سے جلسہ سالانہ قادیان اپنے اختتام کو پہنچا۔

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کے سالانہ چندہ خریداری میں اضافہ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل جنوری ۲۰۰۴ء سے گیارھویں سال میں داخل ہوگیا ہے۔ گزشتہ دس سال میں تین چار مرتبہ پرنٹنگ اور پوسٹیج کے نرخوں میں اضافہ ہوا مگر اس کی شرح خریداری کو بڑھایا نہیں گیا۔ لیکن اب جنوری ۲۰۰۴ء سے پوسٹیج کے نرخوں میں پانچ فیصد اضافہ ہونے کی وجہ سے الفضل کی شرح خریداری میں اضافہ ناگزیر ہوگیا ہے۔ چنانچہ جنوری ۲۰۰۴ء سے سالانہ شرح خریداری حسب ذیل ہوگی:۔

انگلستان	تیس (۳۰) پاؤنڈ سالانہ
یورپ	پینتالیس (۴۵) پاؤنڈ سالانہ
دیگر ممالک	پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈ سالانہ

امراء کرام/صدر صاحبان و مبلغین سلسلہ سے درخواست ہے کہ براہ کرم اس نئی شرح خریداری کو نوٹ فرمالیں اور جملہ خریداران اور احباب جماعت کو اس سے مطلع فرمائیں۔ نیز اس بات کا اہتمام فرماویں کہ نئے سال کا چندہ اس نئی شرح کے مطابق وصول فرما کر رقوم جلد از جلد ہمیں بھجوائیں۔

ہمیں امید ہے کہ احباب جماعت نہ صرف یہ کہ جماعت کے اس مرکزی ہفت روزہ اخبار کی خریداری کو جاری رکھیں گے بلکہ اس کے خریداروں کی تعداد میں اضافہ کے لئے ہر ممکن سعی کر کے ہمارے ساتھ تعاون فرماویں گے۔ جزاکم اللہ

(مینجر)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّ قْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔